

﴿قافراً وما تيسر من القرآن﴾

فرضية الفاتحة في الصلاة

يعنى

نماز میں

فاتحہ کی فرضیت

المباحث في وجوب أم القرآن

تالیف:

مولانا مفتی محمد بن عبد اللہ شجاع آبادی

سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ اسلام آباد

وشیخ الحدیث جامعہ دار الحدیث رحمانیہ ملتان

www.irepk.com



﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

فرضية الفاتحة في الصلاة

يعنى

# نماز میں فاتحہ کی فرضیت

المباحث، في وجوب أم القرآن

تخریج:

محمد زبیر شیخ، پی ایچ ڈی سکالر

فاضل جامعہ محمدیہ، ملتان

ریسرچ آفیسر BZU، ملتان

تالیف:

ولانا مفتی محمد بن عبد اللہ شجاع آبادی

سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ اسلام آباد

شیخ الحدیث جامعہ دار الحدیث رحمانیہ ملتان

نظر ثانی: اسامہ رفیق

فاضل مدرس دار الحدیث محمدیہ، جلالپور



## فہرست مضامین

3	..... اہداء تو اب:
7	..... تقریظ از شیخ الحدیث محمد رفیق اثری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
8	..... تقریظ از محترم مولانا ابو بکر سعد <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
10	..... خطبہ الکتاب
10	..... بحث نمبر 1: بسم اللہ شریف
11	..... جہری نمازوں میں بسم اللہ کا جہر اُپڑھنا:
13	..... بسم اللہ کے ترک اور اخفاء کی روایات میں تطبیق:
16	..... بحث نمبر 2: سورۃ الفاتحہ
16	..... سورۃ فاتحہ اور اس کے دیگر اسماء کے مناقب و فضائل:
16	..... عظمت و فضائل سورۃ الفاتحہ:
21	..... نماز کن اسلام ہے:
22	..... بحث نمبر 3: مطلق قراءت قرآن فی الصلوٰۃ
23	..... مطلق قراءت قرآن کی فرضیت عند الاحناف:
24	..... بحث نمبر 4: فاتحہ الکتاب کی تخصیص
35	..... فاتحہ خلف الامام
43	..... قرآن مجید کی حقانیت:
48	..... حدیث مسلم «وإذا قرأ فأنصتوا»
52	..... فاتحہ کی قراءت عیدین اور جمعۃ المبارک کے خطبات میں:
58	..... بحث نمبر 5: تخصیص عام
61	..... سورۃ فاتحہ و ثناء اور حنفی مذہب:

- 65 ..... بحث نمبر 6: من كان له إمام غلط فہمی کا ازالہ:
- 72 ..... بحث نمبر 7: حدیث مسيء الصلاة تعديل ارکان فرض ہے:
- 76 ..... نماز میں صف بندی:
- 77 ..... بحث نمبر 8: مدرک رکوع کی رکعت مسبوq کی ترتیب:
- 81 ..... لفظ حدیث: «لا تُعَدُّ» یا «لا تُعَدُّ» یا «لا تُعَدُّ» میں سے صحیح کیا ہے؟
- 83 ..... بحث نمبر 9: حدیث «فصاعداً»
- 84 ..... لا صلاة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة: امام ابو حنیفہ و محمد رضی اللہ عنہما کا رجوع:
- 90 ..... مسح علی الجوربین
- 93 ..... اوقات صلوات، خصوصاً وقتِ ظہر اور وقتِ عصر:
- 95 ..... مکالمہ بین الشافعی و ابی یوسف رضی اللہ عنہما:
- 96 ..... ائمہ کی وصیت:
- 98 ..... بحث نمبر 10: فاتحہ در نماز جنازہ
- 101 ..... حنفی نماز جنازہ:
- 103 ..... نماز جنازہ کی ترتیب بزبان صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:
- 104 ..... نماز جنازہ سری و جہری:
- 106 ..... میت کے لیے دعاء جنازہ کے اندر ہے:
- 107 ..... حدیث مرض الموت:
- 107 ..... بحث نمبر 11: آمین بالجہر
- 110 ..... آمین اور فاتحہ میں ربط:
- 113
- 113



6	نماز میں فاتحہ کی فرضیت
14	آمین میں فرشتوں کی شرکت:
17	«مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ» سے کیا مراد ہے؟
119	محاکمہ بین المذاہب:
121	سیدِ عالی کا مقام:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقریظ نمبر 1: از شیخ الحدیث محمد رفیق اثری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ، جلاپور پیر والا، ضلع ملتان

مولانا محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا محررہ ایک رسالہ ”فرضیۃ الفاتحۃ فی الصلاة“ کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا۔ اس موضوع پر کثیر تعداد میں کتب آچکی ہیں کہ ہر دور کی ضرورت کے مطابق علماء حدیث نے مسائل میں افراد امت کی راہ نمائی کی ہے۔ مولانا نے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے حوالے سے مفید باتیں یک جا جمع کر دی ہیں۔ ضمنی طور پر چند ایک دیگر مسائل کی نشاندہی بھی رسالے میں پائی جاتی ہے۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی عبادات بالخصوص نماز میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام کریں۔ اسی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا ہے۔ کتاب متعلقہ مسئلہ میں ان شاء اللہ راہ نمائی کا فائدہ دے گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعائے کہ مولانا کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اہل اسلام کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ اور سب کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرما کر اپنی اطاعت اور بندگی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا کرے۔

محمد رفیق

شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ

جلال پور پیر والا، ضلع ملتان

1441/9/1ھ

## تقریظ نمبر 2: از محترم مولانا ابو بکر سعد رحمۃ اللہ علیہ

نائب شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ، ملتان

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم، أما بعد!  
 کسی کتاب یا تحریر کی قدر و قیمت اور اہمیت اس کے مؤلف کی قدر و قیمت سے معلوم ہوتی ہے۔ جس پائے اور مرتبے کا مصنف ہوتا ہے، اسی پائے کی اس کی تالیف شمار ہوتی ہے۔ زیر نظر کتاب ”فرضیۃ فاتحۃ الكتاب فی الصلاة“ اس لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے مصنف ایک ایسے شخص ہیں جو وقت کے محدث و مفسر ہیں، بلکہ محدث عرب و عجم ہیں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ ان سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والے بہت بڑے بڑے شیوخ عرب و عجم ہیں، کیونکہ موجود دور میں شیخ محترم سند عالی کے حامل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے شیخ الحدیث شرف الدین محدث دہلوی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے اور ان کے شیخ نے محدث نذیر حسین دہلوی سے شرفِ تلمذ و اجازتہ حاصل کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایسی علمی شخصیت اس دور میں جماعت اہل حدیث پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ میری مراد اس سے شیخ العرب والعجم، بقیۃ السلف، فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

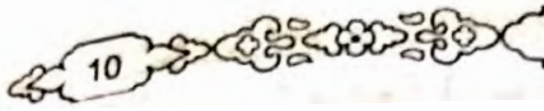
اگرچہ اس موضوع پر ہمارے اکابرین علماء نے بڑی بڑی ضخیم کتب بھی تحریر کی ہیں، مگر ہمارے شیخ کا اندازِ تحریر ان سے ذرا مختلف ہے۔ انہوں نے نہایت اختصار کے ساتھ قرآن و سنت کے ضروری دلائل کے ساتھ کچھ ان اصولوں کا تذکرہ کیا ہے جو مسلم بین الفرقین ہیں اور خصوصاً کتب فقہ حنفی سے اس موضوع کو ثابت کیا ہے اور قارئین کو یہ باور کرایا ہے کہ اگر تم محمدی نہیں بنتے تو نہ بنو، مگر حنفی تو بنو۔ دیکھو! تمہارے ائمہ احناف بھی ان مختلف فیہ مسائل کے قائل ہیں۔



یہ کتاب اگرچہ فرضیت فاتحہ فی الصلاة ہے یعنی نماز میں فرضیت فاتحہ کے موضوع پر ہے، مگر اس کے ضمن مصنف نے کچھ اور بچیں بھی کی ہیں۔ مثلاً: بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کی جزء ہے اور اسی طرح مقتدی اور امام جہری نمازوں میں آمین بلند آواز سے پڑھیں اور نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مسائل میں مصنف نے زیادہ تر اصول و قواعد کو مد نظر رکھا ہے اور ایسا انداز اختیار کیا ہے جو قاری کے دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو لمبی عمر دے اور لوگوں کو ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے اور ان کے لیے اس کتاب اور ان کی دوسری تالیفات کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

العبد الاحقر ابو الشاہد ابو بکر سعد غفر له ولوالدیہ

استاد جامعہ رحمانیہ، ملتان



## خطبة الكتاب

الحمد لله مُنَزَّلَ الكتاب، هدى للناس والبيئات، وكلف المصلين بأمر الكتاب، وصلى الله وسلم على رسوله محمد المبعوث بفصل الخطاب، وعلى آله وأصحابه المبشرين بالجنات، وعلى من اتبعهم بإحسان إلى يوم الحساب، وبعد!

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾

[البقرة: 43]

”نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع

کرو۔“

ہماری اس کتاب میں ایسی نماز پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت پائے اور یہ اس وقت حاصل ہوگا جب اسے رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ادا کیا جائے: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي» (1)

یعنی ”نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔“

نماز کے تمام ارکان بشمول فاتحہ شریف ہر نمازی خود ادا کرے گا۔ جب

کوئی نماز کا رکن ترک ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

ق . م . ت ، کتابی هذا على أحد عشر بحثا:

## بحث نمبر 1: بسم اللہ شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : یہ آیت ہر سورۃ کی

ابتدائی آیت ہے۔

(1) صحیح البخاری: 631

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والإجماع على أن ما بين الدفتين كلام الله سبحانه وتعالى،

والوفاق على إثباتها في المصاحف.“ (2)

یعنی ”اس پر اجماع ہے کہ جو کچھ ان دو گتوں کے درمیان ہے، وہ کلام اللہ یعنی قرآن ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ”بسم اللہ“ جملہ مصاحف میں برابر مسلسل مکتوب چلی آرہی ہے۔“

سوائے سورہ ”توبہ“ کے باقی تمام سورتوں کی ابتداء میں یہ اس کی آیت کے طور پر لکھی گئی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُنزِلَتْ عَلَيَّ آيَاتُ سُورَةٍ فَقَرَأْتُ: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوتِرَ. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ  
الْأَبْتَرُ﴾» (3)

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ کی ابتداء ”بسم اللہ“ سے کی ہے اور آخر تک سورۃ پڑھ دی۔ تو ثابت ہوا کہ بسم اللہ سورۃ کی ابتدائی آیت ہے۔

## جمہری نمازوں میں بسم اللہ کا جہراً پڑھنا:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

(2) البيضاوي، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي (المتوفى: 685هـ)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل = تفسير البيضاوي، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الأولى - 1418 هـ،

ج: 1، ص: 25

(3) صحيح مسلم: 400 برقيم فؤاد عبد الباقي



«كَانَ يَقَطَعُ قِرَاءَتَهُ آيَةَ آيَةً: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾» (4)

یعنی آپ ﷺ ہر آیت کو الگ الگ کر کے جہر پڑھتے تھے۔ اور پھر اسی طرح پڑھ کر سنایا۔

اسی طرح نعیم المجرم رضی اللہ عنہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«فَقَرَأَ: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ [الفاتحة: 1]، ثُمَّ قَرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ ... وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» (5)

یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوری سورۃ فاتحہ ”بسم اللہ“ سمیت پڑھنے کے بعد فرمایا کہ میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہت مشابہ ہے، جبکہ یہاں ”سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ“ بلند آواز سے پڑھی گئی ہے۔

حنفی مسلک میں بھی بسم اللہ کے احتیاطاً پڑھنے کی تلقین ہے۔ ہدایہ میں ہے: «(ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم) وعنه أنه يأتي بها احتياطاً وهو قولهما». (6)

یعنی ابو حنیفہ و صاحبین رضی اللہ عنہم نے ”بسم اللہ“ پڑھنے کی احتیاطاً تلقین کی ہے۔

(4) مسند أحمد: 26583- سنن أبي داود: 4001- سنن الترمذي: 2927

(5) سنن النسائي: 905

(6) المرغيناني، علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: 593هـ)، الهداية في شرح بداية المبتدي، الناشر: دار احياء التراث العربي - بيروت - لبنان، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: 1، ص: 50

نماز میں فاتحہ کی فریت

13

اس کی تفصیل میں مولانا عبدالحی حنفی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

«لأن العلماء اختلفوا في التسمية، أنها من الفاتحة أم لا، فكان عليه قراءتها في كل ركعة ليكون أبعد عن الاختلاف»

یعنی احتیاطاً اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ علماء میں اختلاف ہے کہ "بسم اللہ" سورۃ فاتحہ کی جزء ہے یا نہیں؟ لیکن جب ہر نمازی پر فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری ہے تو اسے بسم اللہ بھی ہر رکعت میں پڑھنی ضروری ہوگئی تاکہ اختلاف سے دوری رہے۔

## بسم اللہ کے ترک اور انحاء کی روایات میں تطبیق:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: " أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِ{الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [الفاتحة: 2]" (7)

بلوغ المرام کی شرح بل السلام میں اس کی تفصیل ہے:

" وَالْأَقْرَبُ أَنَّهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَقْرَأُ بِهَا تَارَةً جَهْرًا، وَتَارَةً يُخْفِيهَا، ... وَاخْتَارَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّهَا مِثْلُ سَائِرِ آيَاتِ الْقُرْآنِ يُجَهَرُ بِهَا فِيمَا يُجَهَرُ فِيهِ، وَيُسْرَرُ بِهَا فِيمَا يُسْرَرُ فِيهِ. " (8)

یعنی آپ ﷺ سے دونوں طرح پڑھنا مروی ہے۔ کبھی آپ ﷺ جہر پڑھ لیتے اور کبھی سرا۔ نیز محققین علماء کی جماعت کہتی ہے کہ یہ قرآن مجید کی

(7) صحیح البخاری: 743

(8) الصنعاني، محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسني، الكحلاني، أبو إبراهيم، عز الدين، المعروف كاسلافه بالأمير (المتوفى: 1182هـ)، سبل السلام، الناشر: دار الحديث، الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ، ج: 1،



طرح ہے جس میں قراءت جہری ہوگی، اس میں بسم اللہ بھی جہری ہوگی اور جس نماز میں سری قراءت ہوگی، وہاں بسم اللہ بھی سری پڑھی جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ”الحمد للہ“ سے نماز کو شروع کرنے کا یہ مطلب ہے کہ نماز کی قراءت سورۃ فاتحہ سے شروع کرتے، جبکہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جزء ہے، اور باقی سورتیں فاتحہ کے بعد پڑھتے، جس طرح کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن نسائی میں باب یوں منعقد کیا ہے: ”بَابُ الْبَدَاءَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَبْلَ السُّورَةِ“ (9) یعنی نماز میں قراءت کی ابتداء ”سورۃ فاتحہ“ سے کی جائے اور باقی سورتیں بعد میں پڑھی جائیں۔

یعنی فاتحہ بشمول بسم اللہ سے قراءت کی ابتداء کی جاتی تھی۔  
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع ترمذی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

”مَعْنَاهُ: أَتَيْتُمْ كَانُوا يَتَدَعُونَ بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَبْلَ السُّورَةِ،  
وَلَيْسَ مَعْنَاهُ: أَتَيْتُمْ كَانُوا لَا يَقْرَءُونَ {بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ}  
[الفاتحة: 1]“ (10)

یعنی اس کا یہ مطلب ہے کہ قراءت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کرتے، پھر دوسری سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں تھے۔  
بسم اللہ الرحمن الرحیم تو فاتحہ کی آیت ہے۔ اس کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

اس مفہوم کی موافقت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کرتی ہے:

(9) سنن النسائي، قبل الحديث: 902

(10) سنن الترمذي، تحت الحديث: 246



عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ فَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ. (11)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق و عثمان رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے تو یہ نماز کی قراءت ام القرآن (فاتحہ) سے شروع کرتے تھے۔

اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ یہاں سورت فاتحہ کے اسماء کا تذکرہ ہے۔ یعنی جس طرح سورۃ فاتحہ کے ناموں میں ”سورۃ الحمد للہ رب العالمین“ ہے، اور دوسرے کئی نام ہیں، اسی طرح ”ام القرآن“ بھی ایک نام ہے۔ اور پوری سورت میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اس کی جزء ہے، نہ یہ کہ قراءت لفظ ”الحمد للہ“ سے شروع کرتے۔

بعض روایات میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ذکر نہیں ہے! اس کا یہ مطلب نہیں کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم ہو گئی ہے۔ یہ لازم نہیں آتا۔ علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَالصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِ أَصْحَابِنَا أَنَّهَا مِنَ الْقُرْآنِ لِأَنَّ الْأُمَّةَ أَجَعَتْ عَلَى أَنْ مَا كَانَ مَكْتُوبًا بَيْنَ الدَّفْتَيْنِ بِحُكْمِ الْوَحْيِ فَهُوَ مِنَ الْقُرْآنِ وَالتَّسْمِيَةِ كَذَلِكَ.“ (12)

(11) سنن الدارقطني، كتاب الصلاة، باب ذكر اختلاف الرواية في الجهر به

بسم الله الرحمن الرحيم، رقم الحديث: 1207

(12) العيني، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابي

الحنفي بدر الدين (المتوفى: 855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري،

الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، ج: 5، ص: 291

یعنی پوری امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو بین الدفتین مکتوب ہے، وہ قرآن ہے۔ تو بسم اللہ بھی تو تمام مصاحف میں بدستور مکتوب آرہا ہے تو اسی طرح وہ بھی قرآن ہے۔

باقی رہا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھنے کے بہت فضائل اور برکات ہیں۔ اسے ہر کارِ خیر کے شروع میں پڑھنا باعثِ برکت و رحمت ہے۔

## بحث نمبر 2: سورۃ الفاتحہ

### سورۃ فاتحہ اور اس کے دیگر اسماء کے مناقب و فضائل:

اسماء: ① سورۃ الفاتحہ، ② ام القرآن، ③ السبع المثانی، ④ القرآن العظیم، ⑤ الحمد للہ رب العالمین، ⑥ سورۃ الصلوٰۃ، ⑦ سورۃ الحمد، ⑧ سورۃ الشکر، ⑨ سورۃ الشفاء، ⑩ سورۃ الرقیۃ، ⑪ سورۃ الکنز، ⑫ سورۃ الاساس، ⑬ سورۃ الکافیۃ، ⑭ سورۃ الشافیۃ، ⑮ سورۃ الوافیۃ، ⑯ سورۃ الدعاء، ⑰ سورۃ تعلیم المسئلہ، ⑱ سورۃ المناجاة، ⑲ سورۃ التفویض، ⑳ سورۃ ام الكتاب۔ (13)

### عظمت و فضائل سورۃ الفاتحہ:

قال رسول اللہ ﷺ: «الفاتحةُ أعظمُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ» (14)

- (13) 1. أبو السعود، العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (المتوفى: 982هـ)، تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، ج: 1، ص: 8
2. ابن حجر، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي (المتوفى: 852 هـ)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379هـ، ج: 8، ص: 156
- (14) صحيح البخاري: 4474- سنن أبي داود: 1458- سنن ابن ماجه: 3785- سنن النسائي: 913

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں سب سے بڑی عظمت والی سورۃ ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُعْطِيَتْ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ» (15)

یعنی فاتحہ شریف عرشِ عظیم سے وابستہ سورت مجھے عطاء کی گئی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا أُنزِلَتْ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزُّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا، وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيَتْهُ» (16)

یعنی سورۃ فاتحہ / ام القرآن جیسی عظیم الشان سورۃ کتب سابقہ حتیٰ کہ خود قرآن میں بھی نہیں ملتی۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلَا أَعْلَمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ ... فَقَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيَتْهُ» (17)

یعنی تمہیں ایک عظیم المرتبت سورۃ تعلیم نہ کروں؟ جس کا نام الحمد للہ رب العالمین ہے جو السبع المثانی اور قرآنِ عظیم ہے اور وہ مجھے عنایت کی گئی ہے۔

یہ ہے سورہ فاتحہ جسے بار بار پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور اسی طرح سورۃ فاتحہ کے عام اسماء پر غور و فکر کریں جیسے سورۃ الدعاء وغیرہ، ان میں انسان کے لیے طرح طرح کی نعمتوں کا تذکرہ ہے اور انسان کے جملہ حوائج و ضروریات اور مسائل و مشاغل کا ان میں حل موجود ہے۔ نیز:

(15) المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 2053۔ شعب الإیمان للبیہقی:

2149

(16) سنن الترمذی: 2875۔ شعب الإیمان للبیہقی: 1427

(17) صحیح البخاری: 4703



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ... فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، ... فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: {الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [الفاتحة: 2]

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ میرے لیے ہے اور ایک حصہ میرے بندے کے لیے ہے۔

لیکن جب نماز کی تقسیم شروع کی تو سورۃ فاتحہ کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جیسے بندہ جب "الحمد لله رب العالمين" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مَجْدِنِي عَبْدِي" میرے بندے نے میری تعریف کی۔

«وَإِذَا قَالَ: {الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} [الفاتحة: 1]، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَتْنِي عَبْدِي» میرے بندے نے میری ثنائیاں کی۔ «وَإِذَا قَالَ: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ}» تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «مَجْدِنِي عَبْدِي» میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

«فَإِذَا قَالَ: {إِلَيْكَ نَعْبُدُ وَإِلَيْكَ نَسْتَعِينُ} [الفاتحة: 5]» تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایاک نعبد میرے لیے ہے اور ایاک نستعین میرے بندے کے درمیان ہے۔ «وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ» میرے بندے کو وہ مل گیا جو اس نے سوال کیا۔

«فَإِذَا قَالَ: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} [الفاتحة: 7] قَالَ: هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ». (18)

یہاں صلوٰۃ / نماز سے مراد ”فاتحہ شریف“ ہے۔ صلوٰۃ کا اطلاق فاتحہ پر اس لیے ہوا ہے کہ فاتحہ نماز کا رکن اور اس کا جزء ہے۔ تسمیۃ الجزء باسم الكل کے تحت ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ نمازی جو ”فاتحہ شریف“ کو نماز میں پڑھتے ہیں اور اللہ سے مخاطب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی تعریف کرتا ہے اور نقد بقند اسے نوازتا ہے۔

## نمبر 2: سورۃ الصلوٰۃ:

السید پیر عبد القدر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں: ”فإن قراءتها فريضة، وهي ركن تبطل الصلاة بتركها.“ (19) یعنی فاتحہ کا نام ”سورۃ الصلوٰۃ“ اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ نماز میں فرض اور اس کا رکن اور جزء ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

## نمبر 3: سورۃ الشفاء والرقیۃ:

صحیح بخاری میں ہے کہ عہد نبوی میں ایک صحابی نے ایک شخص پر فاتحہ کا دم کیا تو وہ سانپ ڈسا آدمی صحت مند ہو گیا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو سراہا۔ (20)

اسی طرح سنن دارمی میں حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (21)

(19) الجیلانی، عبد القادر بن موسی بن عبد اللہ بن جنکی دوست الحسني، أبو محمد، محيي الدين أو الكيلاني، أو الجيلي (المتوفى: 561 هـ)، الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1997 م، ج: 2، ص: 192

(20) صحيح البخاري: 5007



جو آدمی سورۃ فاتحہ کو محبت سے پڑھے، اس میں بڑے فوائد ہیں۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ منہ میں پھول پڑیں گے۔ اس سورہ کے پڑھنے سے منہ میں آگ کا انگارہ نہ پڑے گا۔

حنفی حضرات میں مشہور ہے کہ نماز میں فاتحہ پڑھنے سے منہ میں انگارے پڑتے ہیں۔ جبکہ اس قسم کی روایات کا کوئی اصل نہیں ہے۔

مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وکل ما ذکرہ مرفوعاً فیہ إما لا أصل له، وإما لا یصح۔“

کحدیث: ”من قرأ خلف الإمام ملء فوه ناراً“، أخرجه ابن حبان في ”كتاب الضعفاء“ وإثمهم به مأمون بن أحمد أحد الكذابين، وذكره ابن حجر في ”تخریج أحادیث الهدایة“، وكحدیث: ”من قرأ خلف الإمام ففيه جمره“، ذكره صاحب ”النهاية“ وغيره مرفوعاً ولا أصل له.“ (22)

یعنی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے والے کے منہ میں آگ بھری جائے گی، اور اس کے منہ میں آگ کا انگارہ دیا جائے گا، اس قسم کی روایات کی کوئی اصل اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ اس روایت میں مامون بن احمد کذاب راوی ہے۔

یہ تبصرہ خود حنفی محقق عالم نے کیا ہے۔ اب ایسی روایات کہ جن کی کوئی اصل نہیں، اس میں راوی کذاب ہیں، ان روایات کو قرآنی آیات: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل: 20]

(21) سنن الدارمی: 3413۔ وقال محقق الدارمی: ”إسناده صحيح غير أنه مرسل“

(22) اللکنوی، محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم الأنصاری الہندی، أبو الحسنات (المتوفی: 1304ھ)، التعلیق المجد علی موطأ محمد (شرح لموطأ مالك بروایة محمد بن الحسن)، الناشر: دار القلم، دمشق، الطبعة: الرابعة، 1426ھ - 2005م، ج: 1، ص: 427



کہ ہر نمازی قرآن کے آسان حصہ میں سے ضرور پڑھے۔  
اس کے مد مقابل پیش کریں۔ میرے حنفی بھائیو! یہ تو آپ کی کرامات  
اور کمالات ہی ہو سکتی ہیں۔

خضاب پردہ پیری نے شوہر صاحب  
بمکر و حیلہ خزاں را بہار نتواں کرد

## نمبر 4: سورۃ ام القرآن:

وتسمى أم القرآن لكونها أصلاً ومنشأً له إما لمبدئيتها له وإما  
لاشتغالها على ما فيه. (23)

علامہ ابوالسعود فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کو ام القرآن اس لیے بھی کہتے  
ہیں کہ سورہ قرآن کے جملہ مقاصد و مضامین پر مشتمل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

”وَقِيلَ: سَمِيَتْ أُمُّ الْقُرْآنِ لِأَنَّهَا تَوْمٌ غَيْرَهَا كَالرَّجْلِ يَوْمٌ غَيْرَهُ  
فِيَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ.“ (24)

یعنی سورۃ فاتحہ کو ام القرآن اس لیے بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآنی سورہ تمام  
سورتوں سے مقدم ہے۔ امام کی حیثیت میں ہے۔ جس طرح امام مقتدیوں سے  
آگے ہوتا ہے۔

## نماز رکن اسلام ہے:

نماز ارکان اسلام میں سے ایک عظیم رکن ہے۔ نماز صورتہ دو چیزوں  
سے مرکب ہے:

(23) أبو السعود، تفسیر أبي السعود، ج: 1، ص: 8

(24) العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج: 18، ص: 80

1. افعال سے جیسے قیام، رکوع، سجود، جن سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کبریائی و عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور انسان کی ان میں عجز و انکساری واضح ہوتی ہے۔

2. قراءتِ قرآن سے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کے تذکرے ہوتے ہیں اور بندے کی عبودیت و نیاز مندی کا اقرار ہوتا ہے۔

یعنی نماز ایک مجموعہ اور کل ہے جو فعلی و قولی اجزاء سے مرکب ہے۔

## بحث نمبر 3: مطلق قراءتِ قرآن فی الصلوٰۃ

یہاں سے ہم نماز کے قولی رکن کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے: قراءتِ قرآن۔ اس کی دو شقیں ہیں۔ ایک شق ہے: مطلق قرآن کی قراءت اور دوسری شق ہے: مخصوص قراءتِ فاتحہ۔

### 1. مطلق قراءتِ قرآن کی فرضیت:

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنِ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ [الإسراء: 78]

قرآن الفجر أي صلاة الصبح، سمیت قرآنا کا سمیت الصلاة رکوعا وسجودا، تسمیة الشيء باسم رُكْنه وجزئہ، عطف علی الصلاة۔ (25)

یعنی اس آیت سے مفسر نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن الفجر سے مراد صبح کی نماز ہے تو یہاں صلوٰۃ کو قراءتِ قرآن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ

قراءت قرآن نماز کا رکن ہے اور جزء ہے۔ جس طرح کہ خود قرآن میں نماز کو قیام، رکوع، سجود سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ اس اصول کے تحت ہے: «تسمیة الشيء باسم رکنه وجزئہ» جیسے قرآن میں ہے: ﴿وَأَرْكَعُوا مَعَ الرُّكُوعِ﴾ [البقرة: 43]

یعنی نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ۔

یہاں رکوع سے نماز مراد ہے، اس لیے کہ رکوع نماز کا رکن اور جزء

ہے۔

دوسری جگہ ہے: ﴿وَأَذْبَارَ السُّجُودِ﴾ [ق: 40]

ای عقاب الصلاة۔ (26)

یہاں سجود سے مراد نماز ہے یعنی نماز کے بعد تسبیحات اور ذکر واذکار

کرد۔

ان مقامات پر قراءت قرآن، رکوع، سجود، قیام، یہ نماز کے ارکان ہیں۔ اور اسی طرح: ﴿وَقَوْمُوا لِلَّهِ قِنْتَيْنِ﴾ [البقرة: 238] تو یہاں ﴿قَوْمُوا﴾ کے قیام سے مراد نماز ہے کیونکہ قیام بھی نماز کا رکن ہے۔

نماز کل کا درجہ رکھتی ہے اور قراءت قرآن، قیام، رکوع، سجود، یہ اس کے اجزاء اور ارکان ہیں۔ اور نماز کے اندر یہ فرض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی رکن ترک ہو جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

## مطلق قراءت قرآن کی فرضیت عند الاحناف:

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے: "فرائض الصلاة ستة: ... والقراءة" لقوله تعالى: ﴿فَاقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل: 20]



یعنی نماز کے چھ فرائض ہیں۔ ان میں سے مطلق قراءت قرآن بھی نماز میں فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرآن میں سے کچھ حصہ ضرور پڑھو۔

### فائدہ:

جو چیز نماز کا رکن یا جزء ہو، وہ فرض ہوتا ہے اور فرض ورکن کی ادائیگی ہر نمازی پر لاگو ہوتی ہے۔ وہ اسے خود ادا کرتا ہے۔ امام کسی کے قیام، رکوع، سجود کو ادا نہیں کر سکتا، اسی طرح قراءت قرآن بھی امام پر نہیں چھوڑی گئی۔ امام کی قراءت خود امام کے لیے ہے اور مقتدی خود قراءت قرآن کا پابند ہے۔ وہ خود پڑھے گا۔ جیسے قیام، رکوع اور سجود کا پابند ہے۔

## بحث نمبر 4: فاتحہ الکتاب کی تخصیص

مذکورہ بحث نمبر 3 میں مطلق قراءت قرآن کی فرضیت کو نماز میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ اب ہم خاص فاتحہ شریف کی فرضیت اور نماز میں رکیت کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ سورۃ الحجر میں ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ [الحجر: 87]

یعنی ہم نے آپ کو سات آیات دی ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور جو قرآن عظیم ہے۔

یہاں ﴿مِنَ الْمَثَانِي﴾ میں ”مِن“ بیانہ ہے۔ یعنی سبعا سے مراد الثانی ہے اور ”والقرآن العظیم“ کا اس پر عطف ہے۔ اور یہ عطف من باب عطف، الصفة على الصفة ہے۔ (27)

اسی طرح علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کرمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا

ہے:

”وَقَالَ الْكِرْمَانِيُّ: الْمَشْهُورُ بَيْنَ النَّحَاةِ أَنْ هَذِهِ الْوَاوُ لِلْجَمْعِ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ، ... أَي: مَا يُقَالُ لَهُ: السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ، وَمَا يُوصَفُ بِهِمَا.“ (28)

یعنی اس سے مراد وہ سات آیات ہیں جنہیں السبع المثانی والقرآن العظیم کہا جاتا ہے اور وہ ان دونوں وصفوں سے موصوف ہے۔

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جانے والی سورت وہ ہے جس کی سات آیات ہیں (اور وہ سورۃ فاتحہ ہے) اور وہ وعظمت وثواب میں پورے قرآن کے برابر ہے۔

موطا امام مالک میں ہے، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«ثُمَّ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، السُّورَةُ الَّتِي وَعَدْتَنِي، قَالَ: «كَيْفَ تَقْرَأُ إِذَا افْتَتَحْتَ الصَّلَاةَ؟» قَالَ: فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الفاتحة: 2] حَتَّى أَتَيْتُ عَلَى آخِرِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هِيَ هَذِهِ السُّورَةُ. وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ، الَّذِي أُعْطِيتُ» (29)

اس حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ آیات کی توضیح و تشریح کر دی کہ الحمد شریف سورۃ فاتحہ ہی السبع المثانی اور القرآن العظیم ہے۔ اسی طرح طبرانی میں ہے:

(28) العینی، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج: 18، ص: 81

(29) موطا مالك ت الأعظمي: 275



«وقد روى العبراني بإسنادين جيدين عن عمر، ثم عن علي السبع المثاني: فاتحة الكتاب، زاد عن عمر: ثثنى في كل ركعة» (30)

اس میں بھی یہی وضاحت کی گئی ہے کہ ”سبع المثانی“ سے مراد خود سورۃ فاتحہ ہے۔ کیونکہ یہی سورۃ نماز کی ہر رکعت میں بار بار پڑھی جانے والی سورۃ ہے۔ لہذا مذکورہ حدیث نبوی و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے آیت قرآنی مذکورہ زیر بحث کے محل وقوع کا تعین ہو گیا۔ یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کر رہے ہیں کہ فاتحہ الکتاب ہی نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ ہے۔

### نتیجہ:

آیت: ﴿فَاقْرَأْ وَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط﴾ [المزمل: 20] سے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مراد سورۃ فاتحہ ہی ہے۔ اس استدلال کی تائید کے لیے حدیث قدسی موجود ہے۔ صحیح مسلم

شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: فَسَمِعْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نَضْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا

قَالَ الْعَبْدُ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الفاتحة: 2] ... الخ»

اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے صلوة یعنی نماز کو تقسیم کرنے کا وعدہ فرمایا، لیکن تقسیم کرتے وقت سورۃ فاتحہ کی تقسیم شروع کر دی۔ تو اس حدیث

(30) الزرقاني، أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد المالكي (المتوفى: 1122هـ)، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417هـ-1996م، ج: 7، ص: 217



قدسی میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ نماز فاتحہ کا نام ہے۔ یعنی جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ «قسمت الصلاة» کی حدیثِ قدسی میں صلوٰۃ سے مراد فاتحہ لی ہے، اسی طرح «السبع المثانی» سے مراد اللہ تعالیٰ نے فاتحہ شریف لی ہے۔

### فائدہ:

سورۃ فاتحہ سے نماز مراد لینا ایسا ہے جیسے «الحج عرفة» یعنی حج و قوفِ عرفہ ہے۔ چونکہ قوفِ عرفہ حج کا ایک اہم رکن ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے قوف کو حج سے تعبیر کر دیا۔ اسی طرح چونکہ فاتحہ نماز کا ایک اہم ترین رکن ہے تو اسے نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔

### فائدہ: منصب رسالت پر فاتر رسول ﷺ کا استدلال:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تبیین و تفسیر کرنے کا استحقاق دے دیا ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ [النحل: 44]

”ہم نے آپ ﷺ کی طرف قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے اس کی تبیین و تفسیر کریں۔“

دوسری جگہ فرمایا: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ [القيامة: 19]

”اور اسی طرح ہم پر اس کی ذمہ داری ہے کہ آپ ﷺ کی زبان سے اس کا بیان کرائیں۔“

ایک اور مقام پر ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ [النساء: 105]

یعنی ”ہم نے آپ کی طرف قرآن حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے مابین اس کی روشنی میں فیصلے کریں جو آپ کو اللہ نے دکھادی ہے۔“

آپ ﷺ کو اللہ سبحانہ نے یہ منصب عطاء فرمایا ہے تو رسول کریم ﷺ نے اپنے اس منصب کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی روشنی میں جو سورۃ الحجر میں ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَةَ﴾ [الحجر: 87] میں ذکر کیے ہیں۔ ان کی روشنی میں آپ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا۔

### حدیث نمبر 1:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» (31)

یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں فاتحہ شریف نہیں پڑھتا، اس کی کوئی نماز نہیں ہوتی۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جزء القراءة میں لکھتے ہیں:

”تَوَاتَرَ الْحَبْرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ أَمِّ الْقُرْآنِ»“ (32)

یعنی رسول اکرم ﷺ سے متواتر روایات میں ہے کہ ام القرآن / فاتحہ شریف کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔

(31) صحیح البخاری: 756۔ صحیح مسلم: 394

(32) البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ، أبو عبد اللہ (المتوفی: 256ھ)، جزء القراءة خلف الإمام، الناشر: المكتبة السلفية، الطبعة: الأولى، 1400 هـ - 1980 م، ص: 7

## ائمہ کرام و محدثین عظام رحمہم اللہ کا اس حدیث سے

### استدلال:

یعنی ائمہ دین نے فاتحہ کا نماز میں رکن اور اس میں فرض ہونے کا اقرار

کیا ہے۔

### امام شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وَسَنَّ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ يَقْرَأَ الْقَارِئُ فِي الصَّلَاةِ بِأَمِّ الْقُرْآنِ وَدَلَّ عَلَى أَنَّهَا فَرَضٌ عَلَى الْمُصَلِّي إِذَا كَانَ يُحْسِنُ يَقْرَأُهَا.“ (33)

یعنی رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے مسنون قرار دے دیا ہے کہ قاری نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے اور بتلادیا کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی پر فرض ہے جبکہ وہ سورۃ فاتحہ بخوبی پڑھ سکتا ہو۔  
ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

”وَإِنَّ حَدِيثَ عِبَادَةِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ يَدُلَّانِ عَلَى فَرَضِ أُمِّ الْقُرْآنِ.“ (34)

(33) الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب، بن عبد مناف المطلبي القرشي المكي (المتوفى: 204هـ)، الأم، الناشر: دار المعرفة - بيروت، سنة النشر: 1410هـ/1990م، ج: 1، ص: 129

(34) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 125



یعنی عبادہ و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات فرضیتِ فاتحہ پر دلالت کرتی ہیں۔  
اسی طرح امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی  
صحیح بخاری میں اس طرح باب قائم کیا ہے:

”بَابُ وَجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا، فِي  
الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجَهَّزُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتْ.“ (35)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں زیر عنوان: ”ذکر ما  
يستنبط منه“ لکھا ہے:

”استدلَّ بهذا الحديث عبد الله بن المبارك والأوزاعي ومالك  
والشافعي وأحمد وإسحاق وأبو ثور وداود علي وجوب قراءة الفاتحة  
خلف الإمام في جميع الصلوات.“ (36)

یعنی ان تمام ائمہ مذکورین و محدثین عظام نے بیع صلوات میں (تمام  
نمازوں میں) امام کی اقتدا میں فاتحہ کا پڑھنا فرض قرار دیا ہے۔  
اسی طرح حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المحلی میں فرمایا ہے:

”وَقِرَاءَةُ أَمِّ الْقُرْآنِ: فَرَضُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْ كُلِّ صَلَاةٍ إِمَامًا  
كَانَ أَوْ مَأْمُومًا أَوْ مُتَفَرِّدًا - وَالْفَرَضُ وَالْتَطَوُّعُ سَوَاءٌ، وَالرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ  
سَوَاءٌ.“ (37)

یعنی ہر مرد و زن پر ہر نماز میں فاتحہ فرض ہے۔ امام ہو یا مقتدی ہو۔  
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- (35) صحیح البخاری، قبل الحدیث: 755  
(36) العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج: 6، ص: 10  
(37) ابن حزم، أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی  
الظاہری (المتوفی: 456ھ)، المحلی بالآثار، الناشر: دار الفکر - بیروت،  
ج: 2، ص: 265



”فِيهِ دَلِيلٌ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ وَافَقَهُ أَنَّ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ وَالْمُنْفَرِدِ وَمِمَّا يُؤَيِّدُ وَجُوبَهَا عَلَى الْمَأْمُومِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَقْرَأَ بِهَا فِي نَفْسِكَ.“ (38)

یعنی ہر نمازی پر فاتحہ کی تفسیر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہے کہ اے فارسی! فاتحہ کو اپنے دل میں آہستہ آہستہ پڑھ لیا کرو۔

اسی طرح مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاتحہ نماز کا رکن اور اس میں فرض ہے:

”مَا ذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَفْظِ الرُّكْنِيَةِ كَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ " وَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَجْزِي صَلَاةَ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ " وَمَا سَمَى الشَّارِعُ الصَّلَاةَ بِهِ فَإِنَّهُ تَثْبِيهِ بَلِيغٌ عَلَى كَوْنِهِ رُكْنًا فِي الصَّلَاةِ.“ (39)

یعنی ان حدیثوں سے فاتحہ شریف کا نماز میں رکن اور فرض ہونا قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح رکوع و سجود میں تعدیل ارکان فرض ہے۔

نوٹ: تعدیل ارکان کی تفصیل حدیث ”مسئ الصلوٰۃ“ کی بحث میں آرہی ہے۔ شاہ صاحب کے فیصلہ کو غور سے پڑھیں، خصوصاً ہمارے حنفی بھائی کہ فاتحہ اور تعدیل ارکان نماز کا رکن اور نماز میں فرض ہیں۔ یہ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

(38) النووي، أبو زكريا يحيى الدين يحيى بن شرف (المتوفى: 676هـ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الثانية، 1392، ج: 4، ص: 103

(39) الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ «الشاہ ولي الله» (المتوفى: 1176هـ)، حجة الله البالغة، الناشر: دار الجليل، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، سنة الطبع: 1426 هـ - 2005 م، ج: 2، ص: 7



32 نماز میں فاتحہ کی فرضیت  
 امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے  
 کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی کیونکہ فاتحہ نماز کا رکن ہے اور فاتحہ نماز کا دوسرا نام

ہے۔ امام صاحب کے الفاظ یہ ہیں:  
 ”وَفِي ذَلِكَ دَلَالَةٌ عَلَى كَوْنِهَا رُكْنًا فِيهَا حَقٌّ سَمَّاهَا بِاسْمِهَا وَلَمْ  
 يُفْرَقْ فِيهَا بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ وَالْمُنْفَرِدِ، وَالَّذِي يَحْتَلِ الْحَدِيثَ - وَهُوَ  
 أَغْرَفُ بِمَا رَوَى - يَحْتَلِ وَجُوبَ قِرَاءَتِهَا عَلَى الْجَمِيعِ، وَأَمَرَ الْمَأْمُومَ  
 بِقِرَاءَتِهَا سِرًّا.“ (40)

یعنی راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو خوب سمجھتے ہیں کہ فاتحہ  
 شریف کا ہر نمازی پر پڑھنا فرض ہے، خواہ مقتدی ہی کیوں نہ ہو، لیکن مقتدی سراً  
 پڑھے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ کرام کے استدلال پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:  
 ”ثُمَّ وَجِهَ اسْتِدْلَالَ الشَّافِعِيِّ وَمَنْ مَعَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَهُوَ أَنَّهُ:  
 نَفَى جِنْسَ الصَّلَاةِ عَنِ الْجَوَازِ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ.“ (41)

یعنی ان ائمہ کا اس حدیث سے یہ استدلال ہے کہ حدیث میں ”صلوٰۃ“  
 نکرہ ہے جس نے لائفی جنس کے تحت آنے سے ہر قسم کی نماز کے جواز کی نفی  
 کر دی ہے۔

جیسے حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ (42) نے ہر قسم کے نبی کی نفی کر دی  
 ہے۔ ”لا صلوة“ میں لائفی جنس کی خبر محذوف ”مَوْجُودٌ“ ہے۔ یعنی نماز کا وجود ہی

(40) البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الحنبري وجردي الخراساني، أبو بكر (المتوفى: 458هـ)، كتاب القراءة خلف الإمام، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1405 هـ، ص: 30  
 (41) العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج: 6، ص: 11  
 (42) صحيح البخاري: 3455

نہیں ہے۔ جیسے علامہ عبد الحمی حنفی، علامہ ابو الحسن سندھی، علامہ ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ ان سب نے وجود کی نفی مراد لی ہے۔ یعنی شرعاً اس نماز کا وجود ہی نہیں ہے جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ لہذا نفی کمال کی مراد لینا بالکل غلط ہے۔ (43)

علامہ کرمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وفیه دلیل علی أن قراءة الفاتحة واجبة علی الامام والمأموم والمنفرد فی الصلوات کلها.“ (44)

یعنی عبادہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث دلیل ہے کہ ”سورۃ فاتحہ نماز میں واجب ہے“ امام ہو، خواہ مقتدی ہو یا منفرد ہو۔

### حضرت عبادہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا مسلک:

”لَا صَلَاةَ إِلَّا بِهَا.“ (45)

”کوئی نماز نہیں سوائے فاتحہ کے۔“

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”هذا عموم لا يجوز تخصيصه إلا بدلیل.“ (46)

(43) البرهان العجائب، ص: 30 وغیرہ

(44) الکرمانی، محمد بن یوسف بن علی بن سعید، شمس الدین (المتوفی:

786ھ)، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، الناشر: دار  
إحياء التراث العربی، بیروت-لبنان، طبعة ثانية: 1401ھ - 1981م،

ج: 5، ص: 124

(45) ابن عبد البر، أبو عمر یوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم

النمری القرطبی (المتوفی: 463ھ)، التمهید لما فی الموطأ من المعانی  
والأسانید، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية - المغرب،

عام النشر: 1387ھ، ج: 11، ص: 39

(46) الخطابی، أبو سلیمان حمد بن محمد بن إبراهیم بن الخطاب البستی (المتوفی:

388ھ)، معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود، الناشر: المطبعة العلمية  
- حلب، الطبعة: الأولى 1351ھ - 1932م، ج: 1، ص: 205



## حدیث نمبر 2 بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فِيهِ خِذَاجٌ» ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ. فَقِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ؟ فَقَالَ: «اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ» (47)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی بھی نماز پڑھی اور اس میں اس نے فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص اور ناتمام ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو تب؟ انہوں نے جواب دیا کہ پھر دل میں آہستہ سے پڑھ لو۔

## خداج پر لغوی تبصرہ:

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اساس البلاغہ میں خداج کے مادہ کے تحت لکھتے ہیں:

”أَخْدَجَ صَلَاتَهُ: نَقَصَ بَعْضَ أَرْكَانِهَا.“ (48)

یعنی اس شخص نے نماز کے بعض ارکان ناقص کر دیے۔

اسی طرح لغت میں یوں بھی آتا ہے: ”أَخْدَجَتِ النَّاقَةُ“ (49)

یعنی اونٹنی نے بے جان بچہ گرا دیا (ناقص الخلق)

تو اسی طرح وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے، بے روح مردہ ہے۔

اس کی تائید حدیث میں بھی آئی ہے:

(47) صحیح مسلم: 395

(48) الزمخشری، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله (المتوفى:

538ھ)، أساس البلاغة، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان،

الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1998 م، ج: 1، ص: 232

(49) الجوهري، أبو نصر إسماعيل بن حماد الفارابي (المتوفى: 393ھ)، الصحاح

تاج اللغة و صحاح العربية، الناشر: دار العلم للملايين - بيروت، الطبعة:

الرابعة 1407 هـ - 1987 م، ج: 1، ص: 309

«لَا تُجْزِي صَلَاةً لَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» (50)  
یعنی وہ نماز کفایت ہی نہیں کرتی جس میں آدمی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔  
تو اس حدیث نے خداج والی حدیث کے معنی کی تائید کر دی ہے۔

### حدیث نمبر 3: فاتحہ خلف الامام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب القراءة“ میں عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَلْفَ الْإِمَامِ» (51)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جو امام کی اقتداء میں فاتحہ نہیں پڑھتا۔

یہاں اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے «خلف الإمام» کے لفظ سے مقتدی کو مخصوص کر دیا ہے۔ امام بیہقی لفظ «خلف الإمام» پر لکھتے ہیں:

«قَالَ أَبُو الطَّيِّبِ: قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ: خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ: خَلْفَ الْإِمَامِ وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَالزِّيَادَةُ الَّتِي فِيهِ كَالزِّيَادَةِ الَّتِي فِي حَدِيثِ مَكْحُولٍ وَغَيْرِهِ فَهِيَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ صَحِيحَةٌ وَمَشْهُورَةٌ مِنْ أَوْجِهٍ كَثِيرَةٍ، وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ أَكْبَرِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَقَهَايِهِمْ.» (52)

(50) سنن الدارقطني، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة أم الكتاب في الصلاة وخلف الإمام، رقم الحديث: 1225- وقال الدارقطني: هذا إسناد صحيح.

(51) البيهقي، كتاب القراءة خلف الإمام، ص: 70

(52) البيهقي، كتاب القراءة خلف الإمام، ص: 70



یعنی راوی حدیث ابو الطیب نے اپنے شیخ محمد بن سلیمان سے خلف الامام کی زیادت کے بارے سوال کیا تو اس کے جواب میں استاذ محترم نے فرمایا کہ یہ زیادت صحیح ہے اور سند بھی صحیح ہے۔ جس طرح مکحول وغیرہ کی روایت میں یہ زیادت موجود ہے۔ اور پھر اس سند میں سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقہاء صحابہ میں سے ہیں تو اسناد بالکل صحیح ہے!

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد بن اسحاق، امام مغازی کے واسطہ کے بغیر اپنی سند کے ساتھ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِلَّا مِمَّا وَغَيْرِ إِمَامٍ» (53)

اس حدیث میں بھی یہی ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو فاتحہ نہ پڑھے، خواہ امام ہو یا مقتدی ہو۔ تو فاتحہ کی فرضیت ثابت ہوئی۔

#### حدیث نمبر 4:

امام طبرانی حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» (54)

یعنی جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھے۔ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «رِجَالُهُ مُؤْتَقُونَ.» (55)

- (53) أيضاً، ص: 61
- (54) الطبرانی، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم (المتوفى: 360هـ)، مسند الشاميين، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: الأولى، 1405 - 1984، ج: 1، ص: 171، رقم الحديث: 291
- (55) الهيثمي، أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان (المتوفى: 807هـ)، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة، عام النشر: 1414 هـ، 1994 م، ج: 2، ص: 111، رقم الحديث: 2648



اس کی سند کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت صحیحین میں بصیغہ ”مَنْ“ مروی ہے اور ”مَنْ“ کلمہ عام غیر مخصوص البعض ہے اور یہ عام شمولی ہے اور عام شمولی کا یہ حکم ہے کہ یہ اپنے تمام افراد پر قطعی طور پر شامل ہوتا ہے مثل خاص کے۔ علماء اصول نے یہی وضاحت کی ہے۔ (56)

حقی علماء کو اپنے اصول کی کتابوں پر فہم و ادراک کا ناز ہے۔ وہ اس سے ضرور استفادہ کریں گے۔

لہذا صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ”مَنْ“ عام لفظ ہے۔ اس کے تحت جملہ افراد امام و مقتدی اور منفرد سب آگئے ہیں۔ فاتحہ کی رکیت و فرضیت سب پر شامل ہے۔ اور پھر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث جو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس میں «خلف الإمام» کے الفاظ نے فاتحہ کو مقتدی سے مختص کر دیا ہے، لہذا اب عام روایات اور مختص احادیث میں کوئی تعارض یا شذوذ نہیں پایا گیا ہے۔

## حدیث نمبر 5:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں باب قائم کیا ہے:

”باب قِرَاءَةُ أُمَّ الْقُرْآنِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ.“ (57)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يُجَهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: «لَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ» (58)

(56) مسلم الثبوت۔ توضیح تلویح وغیرہ

(57) سنن النسائي، قبل الحديث: 920

(58) سنن النسائي: 920



وفي رواية عند الدارقطني: .... فَأَمَّا أَنْصَرَفَ، قَالَ: «مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَفْرَأُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَزْتُ بِالْقِرَاءَةِ؟»، قُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَأَنَا أَقُولُ مَا لِي أَنْزَعُ الْقُرْآنَ فَلَا يَفْرَأَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَزْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ». هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ كُلُّهُمْ. (59)

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب "کتاب القراءة" میں مفصل

بحث کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

"فَقَالَ: «لَا يَفْرَأَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِذَا جَهَزْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ» (60) وفي رواية للبيهقي: قَالَ: لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ؛ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَفْرَأْ بِهَا " وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَرَوَاتُهُ ثِقَاتٌ. (61) وفي رواية لأبي داود: ... فقال: ... هَلْ تَقْرَأُونَ إِذَا جَهَزْتُ بِالْقِرَاءَةِ؟، فَقَالَ بَعْضُنَا: إِنَّا نَصْنَعُ ذَلِكَ، قَالَ: " فَلَا، وَأَنَا أَقُولُ: مَا لِي يُنَازِعُنِي الْقُرْآنُ، فَلَا تَقْرَأُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَزْتُ إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ " (62) فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَفْرَأْ بِهَا. (63)

## خلاصہ المرام:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ احادیث مختلف کتب احادیث کے حوالہ جات سے آپ پڑھ آئے ہیں۔ ان کے الفاظ تقریباً یکساں ہیں، جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

(59) سنن الدارقطني: 1220

(60) البيهقي، كتاب القراءة خلف الإمام، ص: 63

(61) أيضاً، ص: 64

(62) سنن أبي داود: 824

(63) أيضاً: 823

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے والی تھے اور مسجد کے امام و خطیب بھی یہی تھے۔ ایک دفعہ اتفاق سے اس مسجد کے مؤذن ابو نعیم نے امامت کرائی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مقتدی بنے اور امام کے پیچھے آہستہ آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھتے رہے۔ ان کے نواسے نافع سنتے رہے۔ انہوں نے فاتحہ ہر آ پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو عبادہ رضی اللہ عنہ نے وجہ بتانے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز کا تذکرہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ میں سے کسی نے اونچا اونچا پڑھنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں خلل پڑنے لگا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں سے پوچھا: کیا تم اونچا پڑھتے ہو، جبکہ امام جہری قراءت کرتا ہے؟ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کہنے لگے: ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو بعد ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ہدایات دیں کہ جب امام جہری نماز پڑھا رہا ہو تو مقتدی کچھ نہ پڑھیں، مگر سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں، کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی: «لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» (64) تو اس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ فاتحہ نماز میں فرض ہے اور مقتدی پر بھی فرض ہے، کیونکہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

## فائدہ نمبر 1: راویوں پر جرح و تعدیل

امام مکحول شامی سے زید بن واقد شامی روایت کرتے ہیں اور زید کو تمام ائمہ جرح و تعدیل نے ثقہ کہا ہے۔ (65)

(64) البخاری، جزء القراءة خلف الإمام، ص: 24، رقم الحدیث: 55  
 (65) ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ)، تہذیب التہذیب، الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند، الطبعة: الطبعة الأولى، 1326ھ، ج: 3، ص: 426، رقم الراوي: 780



اسی طرح کچھوں سے یزید بن یزید بن جابر دمشقی اور علاء بن عارث دمشقی، نعمان بن منذر اور عبدالرحمن بن علاء دمشقی بھی یہی حدیث روایت کرتے ہیں اور یہ تمام روایات ثقافت ہیں۔ ان میں محمد بن اسحاق کی روایت شامل نہیں جس کی تفصیل امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القراءات میں لکھی ہے۔ (66)

## فائدہ نمبر 2:

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ مثلاً: سیدنا انس رضی اللہ عنہ، (67) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (68) اور سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ (69) وغیرہ۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ کتاب القراءات میں یہ روایات لائے ہیں۔

## فائدہ نمبر 3:

امام ترمذی اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی سنن میں یہ حدیث امام محمد بن اسحاق امام المغازی کے واسطے سے روایت کی ہے۔ (70) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے (71) اور امام ابوداؤد نے اسے صحیح فرمایا ہے۔ (72)

- (66) البیہقی، کتاب القراءۃ خلف الإمام، ص: 63 - 70  
 (67) أيضاً، ص: 72، رقم الحدیث: 139  
 (68) أيضاً، ص: 75، رقم الحدیث: 152  
 (69) البیہقی، کتاب القراءۃ خلف الإمام، ص: 78، رقم الحدیث: 166  
 (70) سنن الترمذی: 311 - سنن أبی داؤد: 823  
 (71) سنن الترمذی: 311  
 (72) ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ)، التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، الناشر: دار الکتب العلمیة، الطبعۃ: الطبعۃ الأولى 1419ھ۔ 1989

امام احمد، امام دارقطنی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم کی بعض روایات میں ہے: "قال

محمد بن إسحاق حدثني مكحول. (73)  
اور بیہقی میں ہے:

"وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيه، أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْخَافِظُ،  
ثَنَا ابْنُ صَاعِدٍ، ثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ، ثَنَا عَمِي، ثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ،  
قَالَ: حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ، بِهَذَا وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ ذَكَرَ فِيهِ سَمَاعٌ مُحَمَّدُ بْنُ  
إِسْحَاقَ مِنْ مَكْحُولٍ. (74)

مشہور قاعدہ ہے کہ جب مُدَلِّسِ راوی حدیثی واخبرنی کے صیغے سے  
روایت کرے تو اس کی تدلیس کا مظنہ رفع ہو جاتا ہے۔ (75) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ  
فرماتے ہیں کہ اس سے تصریح سماع ہو جاتی ہے۔ (76)

تو اس اصول کے تحت محمد بن اسحاق کی وہ روایت جو حدیثی سے ہے، وہ  
صحیح ہو گئی اور سابقہ روایات محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیث کی مؤید بن گئیں  
تو اس صورت میں محمد بن اسحاق کی روایت پر کوئی شک و شبہ نہ رہا۔ لہذا محمد بن  
اسحاق کی روایت بھی حجت بن گئی۔

یہاں ان احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حکم ارشاد فرمائے ہیں:

(73) مسند أحمد: 22745- سنن الدارقطني: 1216- القراءة خلف الإمام

لبيهي، ص: 57، رقم الحديث: 113

(74) البيهقي، القراءة خلف الإمام، ص: 57، رقم الحديث: 114

(75) ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني

(المتوفى: 852هـ)، نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل

الأثر، الناشر: مطبعة الصباح، دمشق، الطبعة: الثالثة، 1421 هـ -

2000 م، ج: 1، ص: 85- و دیگر کتب اصول

(76) صحیح مسلم، المقدمة، باب ما تصح به رواية الرواة بعضهم عن بعض،

ج: 1، ص: 32



1. جہری نمازوں میں مقتدی قرآن کی قراءت نہ کرے۔
  2. لیکن جہری نمازوں میں مقتدی سورۃ فاتحہ ضرور پڑھے۔
- تو دونوں حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ لوگوں کو مغالطہ نہ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے سامنے پیش ہو کر جواب دہ ہونا ہے۔

### نتیجہ بحث :

1. ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ کی اس آیت قرآنی سے تمام ائمہ دین بشمول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر نمازی پر قرآن سے مطلق طور پر کچھ حصہ پڑھنا فرض قرار دیا ہے۔
2. پھر اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں مبین قرآن و مفسر قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی حکم کی مراد سورۃ فاتحہ سے تخصیص کی ہے۔ جس طرح کہ سابقہ روایات میں واضح کیا گیا ہے کہ جو شخص فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔

### احاف کا ان نصوص سے عذر لنگ اور راہ فرار:

چاہے تو یہ تھا کہ قرآنی آیات شریفہ اور احادیث مبارکہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے، لیکن اپنے آپ کے متعصب حنفی مقلد ہونے کا ثبوت دیا۔ حنفی علماء نے ان نصوص سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے فرضی اصول بنالیے۔ حنفی مسلک کی مشہور اصول فقہ کی کتاب ”نور الانوار“ میں ہے:

”مثالہ: قوله تعالى: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

وقوله: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ

تُرْتَمُونَ ﴿٧٧﴾ فَإِنَّ الْأَوَّلَ بَعْمُومِهِ يُوَجِبُ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْمُقْتَدِي، وَالثَّانِي بِمَخْصُوصِهِ يَنْفِيهِ، وَقَدْ وَرَدَ فِي الصَّلَاةِ جَمِيعًا، فَتَسَاقَطَا. “(77)

اسی طرح تلوح شرح توضیح میں ہے: ” وَهِيَ وَرُودُ ذَلِيلَيْنِ يَقْتَضِي

أَخْذُهُمَا عَدَمَ مَا يَقْتَضِيهِ الْآخَرُ. “ (78)

یعنی دونوں آیات ایک دوسرے کے متضاد و متعارض ہیں۔ پہلی آیت مقتدی پر قراءۃ قرآن فرض کرتی ہے اور دوسری آیت اس سے منع کرتی ہے۔ لہذا دونوں آیات قرآنی باہم تعارض کی وجہ سے ساقط العمل ہو گئیں تو ناقابل عمل ٹھہریں۔ یعنی حنفی علماء نے قرآنی آیات کو رد کرنے کا یہ حیلہ کیا کہ یہ دونوں آیات متعارض و متخالف ہیں، لہذا ساقط ہو گئیں اور عمل کرنے سے گر گئیں۔

## قرآن مجید کی حقانیت:

کفار مکہ نے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ انسانوں کا من گھڑت کلام ہے اور طرح طرح کے اعتراضات وارد کیے۔

اس کے جواب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کسی بشر کی کلام ہوتی تو اس میں اختلاف اور تعارض پایا جاتا، کیونکہ انسانی معلومات محدود ہیں، تو وہ بیک وقت علوم کائنات کا احاطہ نہ کر پاتے۔ کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ کہتے۔ لیکن چونکہ قرآنی آیات میں کسی قسم کا تعارض اور اختلاف نہیں ہے تو یہ کلام الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ۗ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٧٧﴾﴾ [النساء: 82]

(77) نور الأنوار، مطبوعہ لکھنؤ، ص: 194

(78) الفتاویٰ، سعد الدین مسعود بن عمر (المتوفی: 793ھ)، شرح التلویح علی التوضیح، الناشر: مکتبہ صبیح بمصر، ج: 2، ص: 208



”کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اگر یہ غیر اللہ کی کلام ہوتی تو اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔“

## نظر فکر:

احناف کا عقیدہ ہے کہ قرآن سچا ہے اور قابل عمل کتاب ہے۔ پھر یہاں آیات میں تضاد پیدا کر کے ساقط العمل کر دیا ہے۔ هذا خُلْفٌ۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کلام الہی ہے جو بذریعہ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر وحی کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر ایک دوسری آیت ہے: ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ [الانبیاء: 22] یعنی اگر زمین و آسمان میں کئی معبود ہوتے تو یہ دونوں فاسد ہو چکے ہوتے۔ لیکن چونکہ یہ زمین و آسمان کا یہ نظام بدستور قائم و دائم ہے اور منظم ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا مُنَظَّم یکتا ذات ہے۔ اسے دلیل تمنع سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کی حقانیت کی دلیل ہی عدم تعارض اور اختلاف کی نفی کر کے دی ہے۔

فإن كنت لا تدري فتلك مصيبة

وإن كنت تدري فالمصيبة أعظم

ذرا دیکھیے کہ ان مقلدین کی اندھی تقلید نے کہاں تک دھکیل دیا ہے! لیکن آیت قرآنی نے ہمیں یہ عقیدہ عطاء کیا ہے کہ قرآن میں کوئی اختلاف، تعارض اور تضاد نہیں ہے، بلکہ دراصل حقیقت میں دونوں آیات میں کوئی تعارض و تخالف نہیں ہے۔

## تاریخ کے آئینہ میں آیات کو دیکھیں:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الأعراف: 204]

سورۃ اعراف مکی ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں اہل اسلام کے خلاف کفار کی سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ تبلیغ کے وقت تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانا ان کا معمول بن چکا تھا۔

ان کفار نے ایک سازش یہ بھی تیار کی: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ﴾ [م السجدة: 26] یعنی جب رسول کی زبان سے قرآن پڑھا جائے تو اس قرآن کو مت سنو اور لغو اور بے ہودہ حرکات کرو تاکہ تم اس تدبیر سے غالب آ جاؤ۔

یہاں سے کفار کا تبلیغ کو ناکام کرنے کی سازش آشکار ہوئی۔ تو اس کے جواب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یعنی: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الأعراف: 204] یعنی مجلس علم کے آداب میں سے ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو اور تمہیں ہدایت نصیب ہو جائے۔

یہاں: ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں کیونکہ مسلمان صحابہ تو اسلام قبول کر کے رحمت خداوندی کے مستحق بن چکے تھے اور وہ تبلیغ کے وقت اس طرح بیٹھے ہوتے تھے کہ اگر ان پر پرندہ بھی بیٹھ جاتا تو وہ حرکت نہ کرتے، بلکہ پُر سکون ہو کر سنتے تھے۔ نیز آپ دونوں آیات کے جملوں کا تقابل کریں تو ہر آیت کا جملہ مقابل آیت کے ہر جملے کے برابر ہے۔

لہذا ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ﴾ آیت کا مصداق صحابہ نہیں تھے اور نہ ہی یہ آیت مذکورہ آیت ﴿فَاقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ کے متعارض ہے۔



مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ (جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو) تبلیغ پر محمول ہے۔ اس جگہ قراءت فی الصلوٰۃ مراد نہیں۔ سیاق آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے۔“ (79)

اسی طرح مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: ”آپ ﷺ ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ جب قرآن پڑھا جاوے مثلاً جناب رسول اللہ ﷺ تبلیغ فرماویں تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو۔“ (80)

شیخ ابو حیان فرماتے ہیں:

”وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَجَابِرٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ الْمُسَيْبِ وَالزُّهْرِيُّ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: إِنَّمَا فِي الْمُشْرِكِينَ كَانُوا إِذَا صَلَّى الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُونَ: لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْعَوَا فِيهِ فَتَنَزَّلَتْ جَوَابًا لَهُمْ.“ (81)

یعنی مذکورین جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رضی اللہ عنہم آیت مذکورہ کا شان نزول اس طرح فرماتے ہیں کہ مشرکین کے منصوبہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، مسلمانوں سے متعلق نہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ”فلا حجة فيها، فإن المقصود كان

المشركين، على ما قال سعيد بن المسيب.... الخ.“ (82)

(79) الكلام الحسن، ملفوظات حضرت تھانوی، ج: 2، ص: 212

(80) محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ناشر: مکتبۃ المعارف، کراچی، طبع جدید ربیع الثانی

1429ھ - اپریل 2008ء، ج: 4، ص: 160

(81) أبو حیان، محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745هـ)، البحر المحيط في التفسير، الناشر: دار

الفکر - بیروت، الطبعة: 1420 هـ، ج: 5، ص: 262

(82) القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرج الأنصاري الحنزرجي شمس الدين (المتوفى: 671هـ)، الجامع لأحكام القرآن = تفسير

یعنی ”اس آیت کا تعلق نماز سے نہیں، بلکہ اصل مقصود یہ تھا کہ مشرکین کو تلقین کی گئی ہے کہ تبلیغ کے موقع پر خاموشی سے سنیں۔ کیونکہ تاریخی لحاظ سے یہ نکی سورۃ کی آیت ہے اور نماز میں کلام کرنے سے مدینہ میں منع کیا گیا ہے کیونکہ اگر ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ آیت سے نماز میں قراءت و کلام سے منع کیا گیا ہوتا تو پھر مزید: ﴿وَقَوْمُوا لِلَّهِ قِنْتَيْنِ﴾ [البقرة: 238] (نماز میں خاموش رہو) نازل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔“

نیز سورۃ فاتحہ خلف الامام پر دلالت کرنے والی روایات کے اکثر راوی وہ صحابہ کرام ہیں جو متاخر الاسلام ہیں، مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 7ھ میں مسلمان ہوئے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہجرت کے قریب مسلمان ہوئے۔ (83) یعنی سورۃ فصلت کی آیت مذکورہ کے نزول کے بعد کی ان روایات میں جن میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم ہے اور وہ احادیث جو نماز باجماعت کی صورت میں آئی ہیں، وہ سب یا اکثر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد کی ہیں، تو ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ کی ہے جو مکہ کے حالات کے مطابق ہے۔ اور فاتحہ پڑھنے کی احادیث مدنی ہیں۔ اسی طرح ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ تو ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ نہ ہی آیت ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ متعارض ہے اور نہ ہی ان کی ناسخ ہے۔ دونوں قابل عمل ہیں۔ دونوں آیات کا اپنا اپنا محل وقوع ہے۔ نیز آیت مذکورہ قضیہ مہملہ ہے اور یہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

القرطبي، الناشر: دار الكتب المصرية - القاهرة، الطبعة: الثانية،

1384ھ - 1964 م، ج: 1، ص: 121

(83) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: 5، ص: 362



**قضیہ مہملہ کی تعریف:**

وإن لم یبتن یسمى القضية مہملة، نحو: الإنسان فی  
خسر. (84)

اور حلیہ، ص 9 میں ہے: ”وإنما سمیت بها لأن الحكم على الأفراد،  
وقد أهل بیان کتبتها، وهي تلازم الجزئية عند المتأخرین.“  
لہذا یہ آیت قراءت کی بعض صورتوں پر شامل ہے اور بعض صورتوں  
پر شامل نہیں، جس میں سورۃ فاتحہ کا مقتدی کو امام کی قراءت کے وقت پڑھنا بھی  
ہے جیسے خطبہ میں درود پڑھنا، جیسے عام مخصوص منہ البعض ہے، جب خطبہ جمعہ  
میں درود مختص ہو گیا تو نماز میں فاتحہ مختص ہوگی۔ ہلم جراً۔

**حدیث مسلم «وإذا قرأ فأنصتوا»**

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّمَا  
جُعِلَ الْإِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا، وَإِذَا قَالَ:  
﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ [الفاتحة: 7]، فَقُولُوا: آمِينَ» (85)

«وإذا قرأ فأنصتوا» اس جملہ کی زیادت پر محدثین نے کلام کی ہے۔  
یعنی قوادہ کے تمام تلامذہ نے سلیمان التیمی کی مخالفت کی ہے۔ کوئی بھی «وإذا قرأ  
فأنصتوا» کو ذکر نہیں کرتا۔ تو سلیمان التیمی کا اس زیادت میں وہم ہے اور یہ جملہ  
شاذ ہے اور مد مقابل حدیث محفوظ ہے۔ (86)

(84) مرقات منطوق، ص: 23

(85) صحیح مسلم: 404۔ سنن أبي داود: 604۔ مسند أحمد: 8889

(86) سنن الدارقطني: 1250۔

الزيلي، جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد (المتوفى:  
762هـ)، نصب الراية لأحاديث الهداية، الناشر: مؤسسة الريان للطباعة



اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ سنن کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے:

”عَنْ أَبِي دَاوُدَ التَّيْمِيُّ أَنَّ هَذِهِ اللَّفْظَةَ لَيْسَتْ بِمَعْمُورَةٍ  
وَمِثْلِكَ زَوَاهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ وَأَبِي حَالِمٍ الرَّازِيِّ وَالذَّارِقُطِيِّ وَالْحَافِظِ  
أَبِي عَلِيٍّ النَّيْسَابُورِيِّ شَيْخِ الْحَاكِمِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ... وَاجْتِمَاعُ هَذِهِ  
الْحَفَاطِ عَلَى تَضْعِيفِهَا مُقَدَّمٌ عَلَى تَضْحِيحِ مُسْلِمٍ لَا يَسْتَعِينُ وَلَا يَزِيدُهَا  
مُسْنَدَةً فِي صَحِيحِهِ.“ (87)

یعنی یہ اضافی جملہ محفوظ نہیں، شاذ ہے اور پھر ان تمام مشائخ حفاظ کا اس  
جملہ کی تضعیف پر اجماع کرنا مقدم اور راجح ہے مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تصحیح پر جبکہ امام  
مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملے کو باسناد متصل بھی نہیں لائے، جس کا جواب خود امام مسلم  
نے یہ دیا ہے کہ چونکہ اس حدیث پر اجماع نہیں ہوا اور میں باسناد متصل اس  
حدیث کو لاتا ہوں جس کی صحت پر ائمہ و مشائخ کا اجماع ہو۔ بقول مسلم:  
”لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَصَنَعْتُهُ هَا هُنَا إِنَّمَا وَصَّغْتُ هَا  
هُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ.“ (88)

اس پر حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

”أَزَادَ - وَاللَّهِ أَغْلَمُ - أَنَّهُ لَمْ يَضَعْ فِي كِتَابِهِ إِلَّا الْأَحَادِيثَ الَّتِي  
وَجَدَ عِنْدَهُ فِيهَا شُرَائِبُ الصَّحِيحِ الْمَجْمَعِ عَلَيْهِ.“ (89)

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(89)

والنشر - بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1418ھ/1997م، ج: 2، ص:

16

البيهقي، كتاب القراءة خلف الإمام، ص: 131

(87)

النووي، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج: 4، ص: 123

(88)

النووي، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج: 4، ص: 123

(89)

صحيح مسلم، تحت الحديث: 404

(89)

(89)



”حدیث سلیمان التیمی فی الإنصات “إذا قرأ الإمام“ خرجه مسلم فی صحیحہ، وقد أنکر هذه الزيادة غیر واحد من الحفاظ، كما ذكرناه فی موضعه من کتاب الصلاة.“ (90)

یعنی «إذا قرأ فأنصتوا» کا جملہ شاذ ہے کیونکہ اس زیادتی پر حفاظ ائمہ نے انکار کیا ہے۔ شرح نخبۃ الفکر کی تعریف کے مطابق محفوظ روایت راجح ہوتی ہے اور شاذ روایت مرجوح ہوتی ہے، (91) اس لیے «وإذا قرأ فأنصتوا» بوجہ شاذ ہونے کے قابل عمل نہیں۔

## قتادہ مُدَلِّس بھی ہے :

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن جنید نے امام ابن معین سے کہا کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ قتادہ نے یہ حدیث سنان سے نہیں سنی، تو امام ابن معین نے فرمایا: «من يشك في هذا أن قتادة لم يسمع منه ولم يلقه» (92) اس میں کیا شک ہے؟ قتادہ نے سنان سے نہ ہی سنا ہے اور نہ ہی ملاقات کی ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”قال قاضي القضاة ابن الحجر الحافظ: وحكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلا أن لا يقبل عنه إلا ما صرح فيه بالتحديث على الأصح.“ (93)

(90) ابن رجب، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: 795هـ)، شرح علل الترمذي، الناشر: مكتبة المنار - الزرقاء - الأردن، الطبعة: الأولى، 1407هـ - 1987م، ج: 2، ص: 790

(91) ابن حجر، نزہة النظر في توضیح نخبۃ الفکر، ج: 1، ص: 71

(92) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: 4، ص: 241، رقم الراوي: 422

یعنی کہ قاضی القضاة حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص کی تدلیس ثابت ہو، وہ اگرچہ عادل وثقہ ہی ہو، اس کی وہی روایت قابل قبول ہوگی جس میں اس کے سماع کی صراحت ہوگی۔ اگر تصریح سماع نہیں تو اس کی روایت صحیح نہ ہوگی۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قَتَادَةَ عَلَىٰ عُلُوِّ قَدْرِهِ يُدَلِّسُ، وَيَأْخُذُ عَنَّا كُلِّ أَحَدٍ." (94)

یعنی قتادہ بڑے مرتبے پر ہونے کے باوجود تدلیس کرتے تھے اور وہ بھی ہر ایک سے تدلیس کرتے تھے۔

تو قتادہ کی وجہ سے یہ حدیث مدلس ہوئی اور مرجوح ہوگی اور مرجوح حدیث ضعیف اور ناقابل قبول ہوتی ہے۔

علامہ خزر جی رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی اس روایت کو معلول قرار دیتے ہیں۔ (95)

ابن حبان فرماتے ہیں: "وَأَحَادِيثُ قَتَادَةَ عَنْهُ مُدَلَّسَةٌ" (96)

یعنی قتادہ کی سنن سے روایات تمام تر مدلس ہیں۔

تو یہ روایت صحیح نہ ہوئی اور قابل قبول نہیں ہے۔

لہذا ان دونوں مذکورہ صورتوں میں «وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا» کی زیادتی

ثابت نہ ہوئی تو اس پر عمل کیسے ہوگا؟

(93) إنهاء السكن، ص: 40

(94) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، تحت الحدیث: 851

(95) الخزر جی، أحمد بن عبد الله بن أبي الخير بن عبد العليم الأنصاري

الساعدي اليمني، صفي الدين (المتوفى: بعد 923هـ)، خلاصة تذهيب

تهذيب الكمال في أسماء الرجال، الناشر: مكتب المطبوعات

الإسلامية/دار البشائر - حلب / بيروت، الطبعة: الخامسة، 1416 هـ،

ص: 156

(96) ابن حجر، تهذيب التهذيب، ج: 4، ص: 241، رقم الراوي: 422



اگر واقعی اس پر عمل کرنا ہے تو پھر سورۃ فاتحہ کے ماسوا یعنی ماعدہ الفاتحہ پر انصات کریں اور خاموش رہیں، مذکورہ بحث سے یہی اخذ ہو سکتا ہے۔

## فاتحہ کی قراءت عیدین اور جمعہ المبارک کے خطبات میں:

خطبات کے دوران استماع اور خاموشی اختیار کرنا احادیث کی روشنی میں

کی گئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”جزء القراءۃ“ میں ذکر کرتے ہیں:

”عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ، قَالَ: "كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخَاهُ

فِي حَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ

الْوَسْطَىٰ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة: 238] فَأَمَرْنَا بِالسُّكُوتِ.“ (97)

یعنی صحابہ نماز میں ایک دوسرے سے گفتگو کر لیا کرتے تھے، لیکن آیت

مذکورہ کے نازل ہونے پر باہم گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا۔

تو یہاں عام بات چیت سے روکا گیا ہے، نماز میں فاتحہ پڑھنے سے نہیں

روکا گیا۔

یہ مذکورہ بحث جو کی گئی ہے، وہ اس مذکورہ آیت کے تاریخی حوالہ سے

تھی۔ اب شان نزول کے اعتبار سے بحث ہوگی۔

## آیت مذکورہ بالا ”شان نزول“ کے اعتبار سے:

اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک خطبات جمعہ میں یعنی جب

خطبہ جمعہ پڑھا جا رہا ہو تو تم خاموش رہو اور سنو۔ تو اس صورت میں حنفی علماء کرام کا

کیا معمول ہے؟ شرح وقایہ حنفی مسلک کی معتبر کتاب میں ہے: "إلا إذا قرأ قوله تعالى: ﴿صَلُّوا عَلَيَّ﴾ فيصلي سراً." (98)  
اور اسی طرح کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"فصلي السامع في نفسه أي يصلي بلسانه خفياً."

یعنی جب خطیب آیت ﴿صَلُّوا عَلَيَّ﴾ پڑھے تو سامعین زبان سے

آہستہ آواز میں درود پڑھیں۔

علامہ علاء الدین لکھتے ہیں:

"والصواب أنه يصلي على النبي ﷺ عند سماع اسمه في

نفسه." (99)

یعنی آپ ﷺ کے اسم مبارک کے سماع پر دل میں درود پڑھے۔ اسی

طرح سب سامعین پڑھ سکتے ہیں۔

اسی طرح فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وإذا سمع اسم النبي ﷺ في الخطبة يصلي السامع في

نفسه." (100)

یعنی جب سامع خطیب کی زبان سے اسم نبی ﷺ نے تو آہستہ سے

درود پڑھے۔

(98) اللکنوی، الإمام محمد عبد الحی (ت 1304ھ)، عمدة الرعاية بتحشية شرح

الوقایة، الناشر: مركز العلماء العالمي للدراسات وتقنية المعلومات،

الطبعة: الأولى، ج: 2، ص: 309

(99) الحصکفی، محمد بن علی بن محمد الحضنی المعروف بعلاء الدین الحنفی

(المتوفى: 1088ھ)، الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار،

الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1423ھ- 2002م، ص:



اسی طرح المبسوط میں ہے:  
”والصحيح أنه يقوله في نفسه فذلك لا يشغله عن

الاستماع.“ (101)  
یعنی صحیح بات یہ ہے کہ دل میں آہستہ درود پڑھ لے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے استماع سے مشغول نہیں ہوگا۔  
علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قلت: إذا صلى في نفسه وأنصت وسكت يكون إيتاء بموجب

الأمرين.“ (102)

یعنی جو شخص دل میں آہستہ درود پڑھتا ہے اور انصات اور سکوت کو بھی اختیار کرتا ہے تو اس طرح کرنے سے دو حکموں پر عمل ہو گیا۔ (یعنی آیت ﴿فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ پر اور ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ﴾ پر) فتح القدير میں ہے:

” (عن أبي يوسف) يَنْبَغِي أَنْ يُصَلِّيَ فِي نَفْسِهِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ عَمَّا لَا يَشْغَلُهُ عَنْ سَمَاعِ الْخُطْبَةِ فَكَانَ إِحْرَازًا لِلْفَضِيلَتَيْنِ وَهُوَ الصَّوَابُ.“ (103)

(101) السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة (المتوفى: 483هـ)، المبسوط، الناشر: دار المعرفة - بيروت، بدون طبعة، تاريخ النشر: 1414هـ - 1993م، ج: 2، ص: 28

(102) العيني، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابي الحنفى بدر الدين (المتوفى: 855هـ)، البناية شرح الهداية، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، الطبعة: الأولى، 1420 هـ - 2000 م، ج: 2، ص: 323

(103) ابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي (المتوفى: 861هـ)، فتح القدير، الناشر: دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ، ج: 2، ص: 69

یعنی خطبہ کے دوران آہستہ سے زبان پر درود پڑھ لے، اس سے خطبہ کا سماع بھی ہو جائے گا اور درود بھی پڑھا جائے گا۔ اس طرح دونوں فضیلتیں حاصل ہوں گی اور یہی بہتر ہے۔

الکفایہ میں ہے: ”فیصلي في نفسه، أي: يصلي بلسانه خفياً“  
”یعنی زبان سے آہستہ درود پڑھ لے۔“

احناف کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ آہستہ پڑھ لینا ﴿فأستمعوا له وأنصتوا﴾ کے منافی نہیں۔ یعنی کانوں سے سنتا رہے اور زبان سے آہستہ پڑھ لے۔ اگر درود شریف پڑھ سکتا ہے تو مقتدی سورۃ فاتحہ بھی آہستہ پڑھ سکتا ہے، تو اس صورت میں اہل حدیث اور احناف متفق ہو گئے ہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی ”عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقایہ“ میں لکھتے

ہیں:

”والحق أنه لا مانع من جواز كل ما منعه حالة السكات،

إذا لم يخل بالاستماع.“ (104)

یعنی حق بات یہ ہے کہ امام کے سکات میں مقتدی کا پڑھنا جائز ہے، منع نہیں ہے جبکہ اس سے استماع میں خلل نہیں پڑتا۔

## سکات کے معانی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

«إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ؟ قَالَ: " أَقُولُ: اللَّهُمَّ

بَاعِدْ بَيْنِي » (105)

(104) اللکنوی، عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج: 2، ص: 308

(105) صحیح البخاری: 744۔ صحیح مسلم: 598



یعنی تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان آپ خاموشی سے کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں مذکورہ دعاء پڑھتا ہوں۔

نیز سیدنا ابو ہریرہ سے ہی مروی ہے:

«يَسْكُتُ بَعْدَ الْقِرَاءَةِ هُنَيْئَةً، يَسْأَلُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ» (106)

یعنی رسول کریم ﷺ قراءت کے بعد تھوڑی دیر سکوت فرماتے جس میں اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے۔

اب دیکھیے یہاں آپ ﷺ کا سکوت کرنا بھی ہے اور «اللهم باعد بیني» کا پڑھنا بھی ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس سکوت کے دوران فضل بھی طلب کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح بعض مقامات میں اسکات و انصات بمعنی عدم جہر بھی ہوتا ہے یعنی بلند آواز سے نہ پڑھنا۔ مجمع البحار میں ہے:

”قرأ رسول الله ﷺ فيما أمر أي جهر وسكت فيما أمر أي

أسر.“ (107)

یعنی رسول اکرم ﷺ نے وہاں جہر پڑھا جہاں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا اور سر پڑھا جہاں آپ ﷺ کو سکوت کا حکم دیا گیا۔ یہاں علامہ عینی رحمہ اللہ نے سکوت کے معنی سر یعنی آہستہ پڑھنے کے کیے ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں بروایت ابو ہریرہ وجابر رضی اللہ عنہما مروی ہے اور امام

بخاری رحمہ اللہ کی جزء القراءۃ میں ہے:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

يَتَجَوَّزُ فِيهِمَا» (108)

(106) المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 781

(107) مجمع البحار، ج: 2، ص: 125

یعنی رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو تو دورانِ خطبہ جو شخص مسجد میں آئے تو وہ دور کعتیں خفیف سی پڑھ لے۔

یہاں حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ خطبہ کے وقت سنتیں پڑھ سکتا ہے جیسے دورانِ خطبہ درود شریف پڑھ سکتا ہے۔

یہاں تک آیت کے جملہ ﴿فاسمعوا له﴾ کی بحث مکمل ہوئی۔ اب ﴿فانصتوا﴾ کے جملہ پر تبصرہ ہوگا۔

الانصات: انصات کو یہ لازم نہیں کہ زبان سے آہستہ بھی نہ پڑھیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ؟ قَالَ: "أَقُولُ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ." (109)

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ تکبیر اور قراءت کے درمیان سکوت / انصات کی حالت میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ دعاء پڑھتا ہوں: «اللهم باعد بيني وبين خطاياي ... الخ»

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دل میں آہستہ پڑھنا اسکات و انصات کے منافی نہیں ہے تو انصات و اسکات کا معنی ہوا: اونچا اونچا نہ پڑھو۔ لہذا مقتدی امام کی

(108) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 42- سنن ابن ماجه: 1112  
(109) صحيح البخاري: 744- صحيح مسلم: 598



جہزی نمازوں کے وقت قراءت کے دوران استماع و انصات پر یوں عمل کرے گا کہ جہر آنہ پڑھے، بلکہ سر اٹھے اور کان سے سنتا رہے۔ جیسے خطبے کے دوران ﴿صَلُّوا عَلَیْهِ﴾ پر یوں عمل کرتا ہے کہ دل میں درود شریف بھی آہستہ آہستہ پڑھتا ہے اور کان سے سنتا بھی ہے، جیسے احناف کا اسی طرح عمل ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

جیسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کے جواب میں فرمایا: «اقرأ بها في نفسك ... الخ» یعنی قراءت کرنے والے امام کے پیچھے تم دل میں آہستہ آہستہ زبان سے پڑھ لیا کرو۔

## بحث نمبر 5: تخصیص عام

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”الْمُعْتَمِدُ أَنْ نَقُولَ: الْفُقَهَاءُ أَجْمَعُونَ عَلَى أَنَّهُ يَجُوزُ تَخْصِصُ عُمُومِ الْقُرْآنِ / بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَهَبْ أَنَّ عُمُومَ قَوْلِهِ تَعَالَى: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا يُوجِبُ سُكُوتَ الْمَأْمُومِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ، إِلَّا أَنْ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» وَقَوْلُهُ: «لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» أَخْصَّ مِنْ ذَلِكَ الْعُمُومِ، وَثَبَّتْ أَنَّ تَخْصِصَ عُمُومِ الْقُرْآنِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ لَازِمٌ فَوَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى تَخْصِصِ عُمُومِ هَذِهِ الْآيَةِ بِهَذَا الْخَبَرِ، وَهَذَا السُّؤَالُ حَسَنٌ.“ (110)

(110) فخر الدین الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن التیمی (المتوفی: 606ھ)، مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، الناشر: دار احیاء التراث العربی - بیروت، الطبعة: الثالثة - 1420 ھ، ج: 15، ص: 440، تحت الآیة: 204 من سورة الأعراف

یعنی معتدبات جس پر فقہاء کرام کا اجماع ہے، وہ یہ ہے کہ خبر واحد سے قرآن کے عموم کی تخصیص صحیح ہے۔ پس ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ کی تخصیص حدیث: «لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب» سے ہوگی اور اس طرح کی تخصیص خبر واحد سے لازم ہے۔ لہذا آیت قرآنی کی تخصیص کے لیے خبر واحد کی طرف جانا واجب ہے اور یہ بہترین استدلال ہے۔

یعنی آیت میں عام قراءت قرآن سے منع ہے لیکن فاتحہ خلف الامام کا حدیث سے مختص و مستثنیٰ ہے تو فاتحہ پڑھ سکتے ہیں۔

## حنفی علماء گرداب میں :

حنفی مذہب میں یہ بات مسلم ہے کہ ﴿فَاقرؤوا ما تيسر من القرآن﴾ کی رو سے امام اور منفرد پر ان کی ہر رکعت میں قراءت قرآن فرض ہے کیونکہ ﴿وَإِذَا قرء القرآن﴾ ان پر صادق نہیں آتی۔ یہ امام و منفرد آیت کے مخاطب نہیں ہیں۔ کیونکہ امام خود پڑھ رہا ہے اور منفرد اکیلا پڑھ رہا ہے۔ لیکن اپنے اس مسلم اصول سے خود حنفی علماء منحرف نظر آتے ہیں۔

حنفی مسلک کی معتبر کتاب شرح وقایہ میں ہے:

”ويقرأُ فيما بعد الأولين الفاتحة فقط، وهي أفضل، وإن سبَّح، أو سكت جاز.“ (111)

یعنی امام آخری دور کعتوں میں محض فاتحہ پڑھ لے تو بہتر ہے (فرض نہیں) اور اگر صرف تسبیحات پڑھ لے یا خاموش ہی کھڑا رہے تو نماز تب بھی ہو جائے گی۔

اسی طرح ہدایہ شریف میں ہے:

(111) اللکنوی، عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج: 2، ص: 291



”ويقرأ في الركعتين الأخيرين بفاتحة الكتاب وحدها“ ...  
 وهذا بيان الأفضل. (112)

یعنی امام پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتا ہے تو یہ افضل طریقہ ہے، کوئی فرض اور واجب نہیں ہے۔

دیکھ لیا آپ صاحبان نے حنفی مسلک کا اصل چہرہ کہ امام بھی نماز کی پچھلی دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھ لے تو بہتر ہے، ورنہ اگر خاموش ہی کھڑا رہے تو نماز ہو جائے گی۔ امام بھی قراءت سے فارغ ہو گیا۔ لیکن آپ کو حنفی علماء یہ کہتے آئے ہیں کہ مقتدی قراءت نہ کرے، اس کی قراءت کا امام ضامن ہے، جبکہ اب پتہ چلا کہ امام خود بھی نہ پڑھے۔

ع - یک نشد، دوشد

ہاتھی کے دانت کھانے اور، دکھانے کے اور۔ شاباش! شاباش!

## اہل حدیث کا موقف:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کوئی سورۃ ملا کر پڑھتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (113)

یعنی پوری نماز میں فاتحہ ضرور پڑھتے تھے۔ یہی اہل حدیث کا موقف ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کا دائمی عمل ہے اور قرآنی آیت: ﴿فأقرؤوا ما تيسر من القرآن﴾ کا بھی یہی حکم ہے۔ آپ ﷺ کا سنت طریقہ اور آپ ﷺ کے فرامین و احادیث کا یہی حکم ہے۔

(112) المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي، ج: 1، ص: 53

(113) صحيح البخاري: 776 - صحيح مسلم: 451

اب حنفی عوام کو سوچنا چاہیے کہ وہ کون سی نماز پڑھیں؟ محمدی نماز یا حنفی نماز؟

## سورۃ فاتحہ و ثناء اور حنفی مذہب:

بیچھے فاتحہ شریف کے احکام و فضائل آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب ثناء یعنی «سبحانک اللہم ... الخ» کا نماز میں پڑھنے کے بارے حنفی مسلک سنئے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب منیۃ المصلیٰ میں ہے:

”وإذا أدرك الإمام وهو يجهر ويستمع وينصت، وقال بعضهم: يأتي بالثناء عند سكتات الإمام كلمة كلمة، وعن الفقيه أبي جعفر: إذا أدرك الإمام في الفاتحة يثني بالاتفاق. ذكره في الخيرية.“ (114)

”جب پاورے امام کو دران حالیکہ وہ اونچی قراءت پڑھتا ہے تو چپ رہے۔ اور کہا بعض نے کہ امام کے سکات کے وقت ایک ایک کلمہ کر کے «سبحانک اللہم» پڑھ لے۔ اسی طرح کتاب ”ذخیرہ“ میں ہے۔ ابو جعفر فقیہ سے روایت ہے کہ جس وقت امام کو فاتحہ میں پالیوے تو بالاتفاق ثناء یعنی «سبحانک اللہم» پڑھ لے۔“

یعنی ثناء امام کے سکات میں پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً اگر مقتدی امام کو فاتحہ کی حالت میں پالے تو اس دوران بالاتفاق ثناء پڑھ سکتا ہے اور پڑھ لے۔

## امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

”وإن أدركه في السورة يثني عند أبي يوسف.“ (115)

یعنی مقتدی جب امام کو سورۃ پڑھنے کی حالت میں پالے تو ثناء پڑھ لے۔

(114) منیۃ المصلیٰ، ص: 86

(115) غنیۃ المستملیٰ، ص: 304



کیا خوب! «سبحانک اللہم» پڑھ سکتا ہے اور الحمد شریف نہیں پڑھ

سکتا!

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ المستملی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”هكذا إذا أمكنه الإتيان بالفاتحة مع مرعاة مقتضى الأمر، بل هي أولى وأهم من الثناء لقول الشافعية، والخروج من الخلاف حسن، فينبغي القول بجواز قراءتها في الجهرية إن وجد فرصة بين السكتات، وإلا فلا.“ (116)

یعنی مقتدی کے لیے استماع کے ساتھ ساتھ فاتحہ کا پڑھنا ثناء کی نسبت بہتر ہے اور اہم ہے کیونکہ شوافع کے نزدیک فاتحہ مقتدی پر فرض ہے تو اختلاف سے اجتناب بہتر ہے۔ تو مناسب یہی ہے کہ جہری قراءۃ کے سکتات میں اگر موقع پائے تو فاتحہ پڑھ لے، ورنہ نہ پڑھے۔

یہاں حنفی عالم نے قدرے انصاف سے کام لیا ہے کہ جو لوگ قراءۃ امام کی صورت میں ثناء پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور فاتحہ کو ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس عالم نے یہ تو کہا ہے کہ ثناء پڑھنے کی بجائے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ آگے فرماتے ہیں:

”فالقول أن القول بجواز قراءة المأموم في السرية لازم على من جاز الإتيان بالثناء فيها، وكذا بجوازها في سكتات الجهرية على من جوزه فيها، فافهم.“ (117)

(116) إعلاء السنن، ج: 4، ص: 93

(117) إعلاء السنن، ج: 4، ص: 94

یعنی سری نماز میں ثناء پڑھنے کے جواز کے جو لوگ قائل ہیں، ان پر لازم ہے کہ مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ کے جواز کو تسلیم کریں۔ بلکہ جبری نمازوں کے سکات میں بھی جائز ہے۔

یعنی ثناء کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے، پھر بھی تم ثناء پڑھنے کا حکم لگا رہے ہو، فاتحہ کی فرضیت کے دلائل تو بکثرت ہیں، اسے مقتدی کیوں نہ پڑھے، وہ تو اسے بطریق اولیٰ پڑھے۔

مولانا عبدالحی حنفی لکھتے ہیں:

”فما بالهم تركوا هذا الخبر بالكلية ولم يجوزوا قراءة الفاتحة ولو في حال السكّة.“ (118)

”کیا حال ہے ان لوگوں کا جو فاتحہ کو کلی طور پر چھوڑ چکے ہیں، حالانکہ وہ امام کے سکات میں تو پڑھ سکتے ہیں، یہ تو جائز ہے۔“

نیز ہدایہ کے متن میں ہے:

”ومن انتهى إلى الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر إن خشي أن تفوته ركعة ويدرك الأخرى يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل.“ (119)

یعنی ایک شخص مسجد میں آتا ہے اور اس نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں تو پہلی رکعت چھوڑ دے اور پیچھے کھڑے ہو کر سنتیں پڑھ لے، پھر دوسری رکعت میں مل جائے۔

بالآخر اس انتخاب عمل پر امام بخاری تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(118) اللكنوي، عبد المي (ت 1304هـ)، إمام الكلام في القراءة خلف الإمام، الناشر: مركز العلماء العالمي للدراسات وتقنية المعلومات، ج: 6، ص: 17

(119) المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي، ج: 1، ص: 71



”وَاحْتَجَّ بَعْضُ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ: لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ لِقَوْلِ اللَّهِ

تَعَالَى ﴿فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ [الأعراف: 204] فَقِيلَ لَهُ: فَيُنْبِئُ

عَلَى اللَّهِ، وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ لَهُ: فَلِمَ جَعَلْتَ عَلَيْهِ الشَّاءَ وَالشَّاءَ

عِنْدَكَ تَطَوُّعٌ تَبِمَ الصَّلَاةِ بغيرِهِ؟ وَالْقِرَاءَةُ فِي الْأَصْلِ وَاجِبَةٌ أَسْقَطَتْ

الْوَاجِبَ بِحَالِ الْإِمَامِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَاسْتَمِعُوا﴾ [الأعراف: 204]

وَأَمْرَتُهُ أَنْ لَا يَسْتَمِعَ عِنْدَ الشَّاءِ وَلَمْ تُسْقِطْ عَنْهُ الشَّاءَ وَجَعَلْتَ الْفَرِيضَةَ

أَهْوَنَ حَالًا مِنَ التَّطَوُّعِ، وَزَعَمْتَ أَنَّهُ إِذَا جَاءَ وَالْإِمَامُ فِي الْفَجْرِ فَإِنَّهُ

يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ لَا يَسْتَمِعُ وَلَا يُنصِتُ لِقِرَاءَةِ الْإِمَامِ وَهَذَا خِلَافُ مَا قَالَه

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا

الْمَكْتُوبَةَ» (120)

یعنی حنفی علماء کہتے ہیں کہ امام کی اقتدا میں نہ پڑھو اور آیت:

﴿فَاسْتَمِعُوا لَهُ﴾ پیش کرتے ہیں، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کیا جب امام

قراءت جبری کر رہا ہو اور کوئی شخص آئے تو وہ شہ پڑھ سکتا ہے؟ تو حنفی نے جواب

دیا کہ ہاں، پڑھ سکتا ہے۔ تو اس حنفی عالم سے کہا جائے گا کہ شہ تو نماز میں ایک نفلی

چیز ہے۔ اس کے بغیر تو نماز ہو جاتی ہے۔ اس کو تو تم نے پڑھنے کی اجازت دے دی

اور ضروری قرار دے دیا اور فاتحہ کے پڑھنے سے مقتدی کو منع کر دیا، حالانکہ وہ

اصل میں واجب ہے۔ کیا تم واجب کو گرا نہیں رہے؟ آیت کا حوالہ دے کر اور شہ

کے پڑھنے کا اسے حکم دے رہے ہو اور یہ کہ وہ قراءت نہ سنے اور شہ پڑھتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک فرض و واجب حقیر ہے اور نفل کا درجہ

اعلیٰ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ تم نے واجب کو گھٹایا اور نفل کو بلند مرتبہ دے

دیا۔



یہ ہے امام بخاری کا حنفی عالم سے مکالمہ! نیز تم کہتے ہو کہ جب امام فجر کی نماز پڑھا رہا ہو اور بعد میں آنے والا شخص پہلے دو سنتیں پڑھ لے اور امام کی قراءت نہ سنے، جبکہ حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ جب فرض نماز قائم ہو جائے تو اس وقت دوسری کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔

حنفی بھائیو! تم اس قدر آگے کیوں نکل گئے ہو؟ صحر میں کشتیاں چلا رہے ہو! اور سمندر میں اونٹ اتار دیے ہیں! ذرا تقلید کی عینک اتار کر تو دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی کس قدر خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

## بحث نمبر 6: «من كان له إمام»

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا! آپ بالتفصیل پڑھ آئے ہیں کہ فاتحہ در نماز فرض ہے اور اس کا رکن ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ایک اور بہانہ ڈھونڈ لائے ہیں۔ بدایہ میں ہے:

”ولنا قوله عليه الصلاة والسلام: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة»“ (121)

یعنی ہم حنفیوں کی یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی ہے۔

یہ روایت مرفوعاً ضعیف ہے۔ امام زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تخریج میں لکھتے ہیں: اس روایت کے جتنے طرق مرفوع ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ (122)

یعنی اس کی سب سندیں ضعیف ہیں۔

(121) المرغینانی، الهدایة فی شرح بداية المبتدی، ج: 1، ص: 56

(122) الزیلعی، نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ج: 2، ص: 7



”قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، قَالَ: سَمِعْتُ سَأَلَهُ  
 بَنَ مُحَمَّدَ الْفَقِيهَةِ، يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا مُوسَى الرَّازِيَّ الْحَافِظَ عَنْ حَدِيثٍ:  
 ”مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً“ فَقَالَ: لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ شَيْءٌ.“ (123)

یعنی امام ابو موسیٰ رازی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا تو  
 انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ میں کوئی صحیح روایت  
 ثابت نہیں ہے۔

دوسرے مقام پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا الْقِصَّةُ الَّتِي فِيهَا «فَإِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةً» فَإِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ  
 إِنَّمَا رَوَاهَا عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي  
 الْوَلِيدِ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ رَجُلٌ مَجْهُولٌ كَمَا قَالَ: الدَّارِقُطَنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَلَا نَعْلَمُ  
 بِهِ حُجَّةً.“ (124)

یعنی اس روایت کی سند میں ابو الولید راوی مجہول ہے جس کی وجہ سے یہ  
 روایت صحت کو نہیں پہنچتی۔

اسی طرح علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں ان علتوں کی وجہ سے  
 اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (125)

نیز یہ حدیث مرسل بھی ہے، اور اس میں مجہول راوی بھی ہے۔  
 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب جزء القراءة میں لکھتے ہیں:

(123) أيضا، ج: 2، ص: 9

(124) البيهقي، القراءة خلف الإمام، ص: 150

(125) العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج: 6، ص: 12

”هَذَا خَيْرٌ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ  
الْبُرَاقِ وَغَيْرِهِمْ لِإِرْسَالِهِ وَانْقِطَاعِهِ رَوَاهُ ابْنُ شَدَّادٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسَلًا.“ (126)

یعنی مذکورہ حدیث منقطع بھی ہے، مرسل بھی ہے۔ اہل حجاز اور اہل  
عراق علماء کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نہیں۔ اس طرح کی کوئی مرفوع متصل  
حدیث نہیں ہے۔

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ وَلَمْ يُسْنِدْهُ غَيْرُ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ سَيِّءُ الْحِفْظِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ  
وَقَدْ خَالَفَهُ الْحَفَاطُ فِيهِ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَجَرِيرٌ فَرَوَوْهُ  
عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ مَرْسَلًا وَهُوَ الصَّحِيحُ فِيهِ  
الْإِرْسَالُ وَلَيْسَ مِمَّا يُحْتَجُّ بِهِ.“ (127)

یعنی یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے مروی ہے اور امام  
صاحب محدثین کے نزدیک یہی الحفظ ہیں (تو اس کی حدیث قابل حجت نہیں) نیز  
دوسرے حفاظ حدیث نے امام صاحب کی مخالفت کی ہے۔ موسیٰ بن ابی عائشہ عن  
عبد اللہ بن شداد کی سند سے یہ مرسل مروی ہے جبکہ مرسل روایت قابل حجت

(126) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 8

(127) ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم  
النمري القرطبي (المتوفى: 463هـ)، التمهيد لما في الموطأ من المعاني  
والأسانيد، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية - المغرب،  
عام النشر: 1387هـ، ج: 11، ص: 48



ناز میں فاتحہ کی فریفت  
 نہیں ہوتی۔ اور اس حدیث کا مرسل ہونا ہی صحیح ہے۔ یعنی روایت مرسل ہے اور  
 یہی صحیح ہے۔

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں:

”وهذا (الحدیث) زاد أبو حنیفة فی إسنادہ جابر بن عبد اللہ  
 لیحتج بہ فی إسقاط الحمد عن المؤمنین وقد ذکرناه عن الأئمة عن  
 موسى مرسلًا ووافقہ الحسن بن عمارہ، وهو أضعف منه عن موسى  
 موصولًا.“ (128)

یعنی ابو حنیفہ نے اس سند میں جابر بن عبد اللہ کا اضافہ کر دیا ہے تاکہ  
 مقتدی سے الحمد شریف ساقط کرنے کے لیے اپنے لیے حجت بنائے، حالانکہ ائمہ  
 حدیث نے اس حدیث میں جابر بن عبد اللہ کا ذکر نہیں کیا اور اس حدیث کو مرسل  
 روایت کیا ہے۔ حسن بن عمارہ نے ابو حنیفہ کی موافقت کے لیے موسیٰ کے واسطہ  
 سے اس روایت کو موصولاً روایت کیا ہے، لیکن حسن بن عمارہ ابو حنیفہ سے زیادہ  
 ضعیف ہے تو حسن بن عمارہ کی تائید ایک اضعف کی تائید ضعیف کے لیے ہے، جو  
 مفید نہیں۔ مثل مشہور ہے: ”فر من المطر وقام تحت المیزاب.“ بارش سے  
 بچنے کے لیے بھاگا اور پرنا لہ کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

امام خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

”روی هذا الحدیث أبو حنیفة عن موسى بن أبي عائشة  
 مُصَلِّيًا مُنَدًّا وَخَالَفَهُ شُعْبَةُ وَزَائِدَةُ وَشَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو عَوَانَةَ  
 وَجَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ وَأَبُو الْأَحْوَصِ سَلَامُ بْنُ سَلِيمٍ وَأَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ  
 وَوَكَيْعُ فَرَوَوْهُ عَنْهُمْ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ

(128) ابن عدی، أبو أحمد بن عدی الجرجانی (المتوفی: 365ھ)، الکامل فی  
 ضعفاء الرجال، الناشر: الکتب العلمیة - بیروت-لبنان، الطبعة:

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا لَمْ يَذْكَرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي إِسْنَادِهِ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَوْلُ الْجَمَاعَةِ هُوَ الصَّوَابُ. (129)

یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ سے متصل و مسند کے طور پر یہ روایت نقل کی ہے لیکن دیگر ائمہ مذکورین نے امام ابو حنیفہ کے خلاف جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا اور اس روایت کو مرسل ذکر کیا، لہذا امام ابو حنیفہ کے مد مقابل ایک بڑی جماعت کا فیصلہ درست ہے اور یہی راجح ہے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ ... إِمَامًا مُرْسَلًا؛ وَإِمَامًا مِنْ رِوَايَةِ جَابِرِ الْجَعْفِيِّ الْكَذَّابِ، وَإِمَامًا عَنْ مَجْهُولٍ.“ (130)

یعنی یہ روایت یا تو مرسل ہے یا اس میں جابر جعفی کذاب راوی ہے یا اس میں مجہول راوی ہے۔ تو تینوں صورتوں میں حدیث ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والعلة الثانية أنه لا يصح رفعه وإنما المعروف وقفه.“ (131)

یعنی اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں، ثابت نہیں۔ البتہ اس کا موقوف ہونا معروف ہے۔

(129) الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي (المتوفى: 463هـ)، موضح أوهام الجمع والتفريق، الناشر: دار المعرفة - بيروت، الطبعة: الأولى، 1407، ج: 2، ص: 462

(130) ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى: 456هـ)، المحلى بالآثار، الناشر: دار الفكر - بيروت، بدون طبعة وبدون تاريخ، ج: 2، ص: 273

(131) محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـ)، تهذيب سنن أبي داود وإيضاح علله ومشكلاته مع عون المعبود شرح سنن أبي داود، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الثانية، 1415هـ، ج: 3، ص: 37



یعنی یہ روایت رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں۔ بلکہ صحابی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ یہ موقوف روایت ہے اور پھر بھی ضعیف ہے۔

نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی سند میں ابو زبیر محمد بن مسلم مدلس ہیں اور عن

سے روایت کرتے ہیں۔ (132)

اسی طرح علامہ قرشی حنفی لکھتے ہیں:

”قد قال الحفاظ: أبو الزبير محمد بن مسلم بن تدرس المكي يدلس في حديث جابر، فما كان بصيغة العنينة لا يُقبل ذلك.“ (133)

یعنی جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں راوی ابو زبیر مدلس ہے اور وہ عن سے روایت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ روایت مقبول نہیں ہو سکتی۔ یہ جملہ حفاظ ائمہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔

محدثین وائمه جرح و تعديل کی اس سپریم کونسل نے اس حدیث اور اس کی سند پر فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ اس میں جملہ راویان یا مجہول ہیں یا کذاب ہیں یا سئ الحفظ اور ضعیف ہیں یا اضعف تک ہیں اور مدلس ہیں۔ تو اس صورت میں یہ حدیث مذکور مردود کی قسم سے ہے تو اس طرح کی حدیث قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے مد مقابل پیش کرنا تقلید شخصی کا ہی کرشمہ ہو سکتا ہے۔ تعصب کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

## ایک لطیفہ لیکن قابلِ عبرت:

ایک مسافر امام کی اقتدا میں ایک حنفی مقیم نماز پڑھ رہا ہے۔ مسافر امام نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جلدی سے ٹرین پر سوار ہو گیا اور چلتا بنا۔ اب

(132) مسند أحمد: 14643۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: 1، ص:

(133) کتاب الجامع، ج: 2، ص: 429

مقتدی کا امام ندارد، تاہم وہ بقیہ دور کعتیں بغیر کچھ پڑھے، بیٹھکیں لگا کر سلام پھیر دے، نماز کامل ادا ہو گئی۔

یہ بات عجیب ہے کہ کہیں ان کا امام آخری دور کعتوں میں خاموش رہ کر نماز پوری کرتا ہے اور کہیں ان کا مقتدی کچھ نہیں پڑھتا، جبکہ نہ امام موجود ہوتا ہے، نہ ہی کوئی قراءت سن رہا ہوتا ہے۔ یہ سب خود فریبی ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے۔

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھیں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یہ کھوٹا سودا خفی مارکیٹ میں دستیاب ہوا ہے۔

آں مقلد صد دلیل و صد بیان  
برزبان آرد ندارد بیچ جان

کیا ظہر و عصر کی سری نمازوں میں اور اسی طرح جہری نمازوں کی آخری دور کعتوں میں ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ﴾ کا کوئی تعلق ہے؟ یہاں مقتدی فاتحہ کیوں نہیں پڑھتا؟ جواب ندارد۔ چہ خوب! آئیے سچا سودا خریدیں، بلکہ مفت میں حاصل کریں۔

فرمانِ الہی: ﴿فَاقْرَأُوا مَا تيسر من القرآن﴾ اور فرمانِ

رسول ﷺ: «لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب» پر عمل کریں اور اپنے محبوب رسول ﷺ کی خوشخبری وصول کریں: «وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ». (134)

مصطفیٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہیں دو کتاب

ایک کلام اللہ، دوم آپ ﷺ کا فصل خطاب



## غلط فہمی کا ازالہ :

## غلط فہمی:

کتاب القراءۃ للبیہقی میں ہے: ظہر و عصر کی نماز میں ایک شخص نے قراءت کی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ» (135)

## ازالہ:

جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں مطلق قراءۃ کی نفی ہے کیونکہ دوسری حدیث میں اس کی تفصیل ہے:

«أَنَّ رَجُلًا قَرَأَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى.» (136)

یہاں جہری نماز ہے اور اس شخص نے ﴿سبح اسم ربك الأعلى﴾ پڑھی۔ فاتحہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«وفي قصة بـ ﴿سبح اسم ربك الأعلى﴾ دليل أن الرجل قرأ خلف النبي ﷺ بـ ﴿سبح اسم ربك الأعلى﴾ جهراً، لا خفياً، لأن في الخبر أن النبي ﷺ قال: من قرأ منكم بـ ﴿سبح اسم ربك الأعلى﴾ فإن كره قراءه الرجل خلفه، فإنما كره جهره بالقراءة.»

یعنی اس قصے میں آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے یہ سورۃ جہراً پڑھی ہے؟ اس پر تبصرہ بھی فرمایا: «إن بعضكم خالجنها» کہ میری قراءۃ میں مجھ سے وہ الجھ

(135) البيهقي، القراءۃ خلف الإمام، ص: 150

(136) أيضاً، ص: 149

پڑا ہے۔ تو انصاف کی بات یہ ہے کہ ایک تو یہ جہری نماز تھی اور اس شخص نے سورۃ الاعلیٰ پڑھی اور وہ بھی جہر اُپڑھی۔ اسی صورت کو آپ ﷺ نے ناپسند کیا اور واقعی یہ صورت آج بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔ اس میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صورت مازاد علی فاتحہ کی ہے اور یہ منع ہے۔ یعنی فاتحہ کے ماسوا نہیں پڑھنا۔ مسئلہ تو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ سر اُپڑھنے کا ہے۔ اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس طرح کے مغالطے دینا اہل علم کے شایانِ شان نہیں ہے۔

## بحث نمبر 7: حدیث ”مسی الصلاة“

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، فَمَا أَحْسَنُ غَيْرَهُ، فَعَلَمَنِي، قَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». (137)

یعنی جہاں سے قرآن آسان لگے، پڑھ لے۔  
بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہاں فاتحہ کی تخصیص نہیں ہے۔ جہاں سے بھی پڑھ لو، فرض ادا ہو جائے گا۔



## اصل حقیقت کیا ہے؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ «لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب» کے تحت نماز میں فاتحہ کتاب کی فرضیت ثابت کی۔ بعد ازیں حدیث مسی الصلاة لائے۔ اس ترتیب پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص فاتحہ کو بخوبی نہیں پڑھ سکتا، تو پھر قرآن میں سے جہاں سے بھی آسان ہو، پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جب بخوبی پڑھ سکتا ہے تو پھر فاتحہ کا پڑھنا ہی ضروری ہے۔ (138)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”کتاب الام“ میں اسی کے پیش نظر باب قائم کیا ہے: ”باب من لا يحسن القراءة وأقل فرض الصلاة“ (139) سیدنا فاعل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ بِهِ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ»۔ (140)

یعنی اگر فاتحہ یا قرآن میں سے تجھے آسانی سے پڑھنا نہیں آتا تو پھر صرف الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ ہی پڑھ سکتا ہے۔ کوئی ذکر اذکار کر لے۔ «الدین یسر» (141) کا یہی توفائدہ ہے۔ جو آسان ہو، پڑھ سکتے ہو۔

(138) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: 2، ص: 243  
 (139) الشافعی، أبو عبد اللہ محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشی المکی (المتوفی: 204ھ)، الأم، الناشر: دار المعرفة - بیروت، سنة النشر: 1410ھ/1990م، ج: 1، ص: 123

(140) سنن أبي داود: 861- سنن الترمذي: 302

(141) صحیح البخاری: 39

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی اہمیت پر لکھتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُمُّ الْقُرْآنِ عِوَضٌ مِنْ غَيْرِهَا وَلَيْسَ غَيْرُهَا مِنْهَا بِعِوَضٍ» (142)

یعنی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا باقی قرآنی حصوں کا عوض بن جاتا ہے لیکن قرآن

کے باقی مقامات سے فاتحہ کا عوض نہیں ہو سکتا۔

یعنی نماز کی قبولیت کا نصاب صرف فاتحہ شریف ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ کی فرضیت کے پیش نظر لکھتے ہیں:

«وَأَمَّا حَدِيثُ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ فَمَحْمُولٌ عَلَى الْفَاتِحَةِ فَإِنَّهَا مُتَيَسَّرَةٌ

أَوْ عَلَى مَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ بَعْدَهَا أَوْ عَلَى مَنْ عَجَزَ عَنِ الْفَاتِحَةِ.» (143)

یعنی ما تیسر سے مراد:

1. فاتحہ ہے کیونکہ یہ سورۃ بہت آسان ہے۔

2. یا سورۃ فاتحہ کے بعد ما زاد کے طور پر پڑھ لے۔

3. یا اس شخص کے لیے جو فاتحہ پڑھنے سے عاجز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں لکھا ہے:

«بَابُ الْقِرَاءَةِ بَعْدَ التَّعَوُّذِ ... وَدَلَّ عَلَى أَنَّهَا فَرَضٌ عَلَى

الْمُصَلِّي إِذَا كَانَ يُحْسِنُ يَفْرَوُهَا.» (144)

یعنی حدیث عبادہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب نمازی سورۃ فاتحہ بخوبی

پڑھ سکتا ہے تو اس پر فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

اور اگر فاتحہ نہیں پڑھ سکتا تو پھر جہاں سے آسان لگے، پڑھ لے۔

(142) سنن الدارقطنی: 1228

(143) النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج: 4، ص: 103

(144) الشافعی، الأم، ج: 1، ص: 129



## تعدیل ارکان :

حدیث ”مسئ الصلاة“ کی اصل غرض یعنی ما سبق الکلام لأجله کا ہے اور ہے تعدیل ارکان۔ صحیح البخاری میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ  
الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ  
وَقَالَ: «ازْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ،  
فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «ازْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ  
تُصَلِّ» ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلَّيْنِي، فَقَالَ:  
«إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ازْجِعْ  
حَتَّى تَطْمَئِنُّ رَأْسًا، ثُمَّ ازْجِعْ حَتَّى تَعْدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنُّ  
سَاجِدًا، ثُمَّ ازْجِعْ حَتَّى تَطْمَئِنُّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ  
كُلِّهَا» (145)

یعنی ایک صحابی نے آپ ﷺ کے سامنے تین بار نماز پڑھی۔ ہر مرتبہ  
آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی، دوبارہ پڑھ۔ بالآخر اس نے عرض کی  
کہ میں تو اسی طرح پڑھ سکتا ہوں۔ آپ ﷺ مجھے اس کی تعلیم دیں۔ تو  
آپ ﷺ نے اسے نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے  
ہو تو تکبیر کہہ کر جو قرآن سے آسان ہو، وہ پڑھو، پھر رکوع میں جاؤ اور اطمینان اور  
اعتدال کے ساتھ رکوع کرو اور پھر سر اٹھاؤ تو قومہ اعتدال کے ساتھ کھڑے رہو۔  
پھر سجدہ میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو  
اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اسی طرح پوری نماز اطمینان سے ادا کرو۔

اس حدیث میں ظاہری ارکان پر نظر رکھی گئی ہے اور ان ارکان کی ادائیگی میں جلد بازی کی جا رہی تھی جس کی اصلاح کی گئی ہے۔ یہی اس کی غلطی تھی جس کی وجہ سے اس کی نماز نہیں ہو رہی تھی۔ یہ ہے اصل مقصد۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعدیل ارکان نماز کا اہم رکن ہے۔ اس کے چھوٹ جانے سے نماز قبول نہیں ہوتی۔ قراءت تو وہ دل میں کر رہا تھا۔ اس کی اصلاح کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ محض ضمناً ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ظاہری ارکان کی اصلاح مقصود تھی۔

اب حنفی علماء نے اس اصل مقصد سے آنکھیں بند کر کے لوگوں کو بھی اس اصل مقصد سے بھٹکا دیا ہے تاکہ وہ نماز جس طرح بھی پڑھ لیں، ہو جاتی ہے۔ خواہ جتنی جلدی میں پڑھیں۔ تعدیل ارکان حنیفوں کے نزدیک ضروری نہیں ہے۔ اپنے مسلک پر پردہ ڈالنے کے لیے بات کا رخ دوسری طرف موڑ لیا کہ فاتحہ کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ اور اسی پر سارا زور لگا دیا۔ لیکن یاد رکھیں کہ اس حدیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس میں نماز کے رکوع و سجود میں اطمینان کو نماز کا رکن قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

## نماز میں صف بندی :

ویسے بھی احناف نماز کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں باب قائم کرتے ہیں: ”بَابُ: إِقَامَةُ الصَّفِّ، مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ“ اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ» (146) وفي رواية: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي» (147)

(146) صحیح البخاری: 723

(147) صحیح البخاری: 725



78 نماز میں فاتحہ کی فرضیت  
یعنی رسول اکرم ﷺ نے نمازیوں کو حکم دیا کہ اپنی صفیں برابر کرو،  
کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کا اہتمام کرنا ہے اور ایک دوسرے سے جکڑ کر کھڑے

ہو جائے۔  
ان حدیثوں میں کتنا تاکید حکم ہے کہ اس طرح نماز میں کھڑے ہونا  
نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔ لیکن مسئلہ اپنی حقیقت منوالیتا ہے۔ کوئی اس پر عمل  
کرے یا نہ کرے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب بہشتی زیور میں لکھتے ہیں:  
"امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے ہونے  
سے منع کرے۔ سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو  
دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے۔ درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہیے۔"

"قال الشعبي: وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل  
ولاسوا مناكبهم." (148)

یعنی علامہ شمس فرماتے ہیں کہ امام کو لائق ہے کہ وہ مقتدیوں کو نماز کی  
صف بندی کے وقت تلقین کرے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ کر کھڑے  
ہوں۔ دوسرے ساتھی اور اس کے درمیان کوئی خالی جگہ / خلل نہ چھوڑیں اور  
کندھے سے کندھا برابر ملا کر رکھیں۔

مسئلہ تو واضح ہو چکا ہے اور اس پر عمل کرنے میں نماز کی اصلاح اور  
خوبصورتی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے خفیوں کو کیا چیز مانع ہے؟  
باقی رہا سورۃ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا اور اس کی فرضیت تو دوسری احادیث  
مبارکہ سے واضح کر دیا گیا ہے جیسا کہ سابقاً اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔  
گر نہ بیند روز شپرا چشم چشمہ آفتاب راجہ گناہ است

## بحث نمبر 8: مدارک رکوع کی رکعت

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَايِعٌ، فَرَمَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى اللَّصْفِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «زَادَكَ اللَّهُ جِزْصًا وَلَا تُعَدُّ» (149)

یعنی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے جبکہ آپ ﷺ رکوع کی حالت میں تھے تو انہوں نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر لیا اور اسی حالت میں رکوع میں جا ملے۔ نماز کے بعد جب آپ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تیرا حص زیادہ کرے، لیکن آئندہ ایسا نہیں کرنا۔“ اس واقعہ سے بعض لوگوں نے یہ اخذ کر لیا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ اب اصل حقیقت دیکھتے ہیں کہ کیا ہے!

آپ لوگ بالتفصیل پڑھ آئے ہیں کہ قیام نماز کا اہم رکن ہے اور اسی طرح فاتحہ کی قراءت کرنا بھی نماز کا اعلیٰ رکن ہے۔

صورت مذکورہ میں شخص مذکور کے دو اہم رکن چھوٹ گئے ہیں تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اس شخص کی یہ رکعت نہیں ہوئی۔ اس صورت میں آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا ہے: «لا تعد»

ایسا آئندہ نہیں کرنا۔ یہ نماز کے آداب کے خلاف ہے۔ بلکہ نماز کی طرف پُر سکون آؤ۔ «فَمَا أَدْرَاكُمْ فَصَلُّوا»

جس قدر مل جائے، وہ پڑھ لو۔ «وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا» (150)

اور جو فوت ہو جائے، اسے بعد میں مکمل کر لو۔

(149) صحیح البخاری: 783

(150) صحیح البخاری: 908



نماز میں فاتحہ کی فرضیت  
یہ سب نمازیوں کے لیے عام حکم ہے۔ اس شخص سے جو نئی حرکت  
ہوئی، اس کی اصلاح فرمادی۔ دوبارہ ایسا نہیں کرنا۔ لیکن قیام اور قراءت تو نماز  
کے ارکان ہیں، وہ تو ہر نمازی جانتا ہے۔ اس کے مطابق ہی نماز پڑھتا ہے۔ اس کے  
دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

2- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
«مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَذْرَكَهَا قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ الْإِمَامُ  
صَلْبَتَهُ» (151)

اس روایت سے بھی وہی استدلال کیا جاتا ہے جو پہلی حدیث سے کیا گیا  
ہے۔ لیکن اس روایت میں «قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ الْإِمَامُ صَلْبَتَهُ» کی زیادتی صحیح نہیں،  
ضعیف ہے۔ اس زیادتی کا راوی یحییٰ بن حمید ہے جو قرۃ بن عبد الرحمن سے روایت  
کرتا ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«مَجْهُولٌ لَا يُعْتَمَدُ عَلَى حَدِيثِهِ» (152)  
یعنی یحییٰ بن حمید ناقابل اعتماد شخص ہے۔ تفصیل جزء القراءة للبخاری  
و کتاب القراءة للبیہقی میں دیکھیں۔

اسی طرح امام دارقطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (153)  
اور قرہ بن عبد الرحمن کو امام احمد نے منکر الحدیث جداً کہا ہے اور امام  
نسائی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (154)

(151) صحیح ابن خزيمة: 1595  
(152) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 51  
(153) الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز  
(المتوفى: 748هـ)، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، الناشر: دار المعرفة  
للطباعة والنشر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1382 هـ - 1963 م،  
ج: 4، ص: 370  
(154) ابن حجر، تهذيب التهذيب، ج: 8، ص: 373

لہذا یہ اضافی کلمات حدیث میں ثابت نہیں ہیں۔ اب اصل اور صحیح حصہ حدیث یہ رہا: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا» یعنی جس نے ایک رکعت نماز کی پالی، اس نے پوری نماز کا ثواب پالیا۔ اس قدر حدیث پر امام بخاری فرماتے ہیں:

”وَهُوَ خَيْرٌ مُسْتَفِيضٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحِجَازِ، وَغَيْرِهَا.“ (155)

یہ الفاظ حدیث اہل علم کے نزدیک مشہور حدیث کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ حدیث اس قدر صحیح ہے، قابل عمل ہے۔

سیدنا ابو قتادہ، انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَمَا أَدْرَكْتُمْ، فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمُ فَأَتِمُّوا». (156)

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ اخذ کیا ہے: «فَمَنْ فَاتَهُ فَرَضُ الْقِرَاءَةِ وَالْقِيَامِ فَعَلَيْهِ إِتْمَامُهُ كَمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.» (157) یعنی جو رکوع میں ملتا ہے، اس کے دو فرض قیام اور قراءت چھوٹ گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ کی اس حدیث کے تحت رکعت نہ ہوئی۔ وہ بعد میں پڑھی جائے گی۔

## مسابوق کی ترتیب:

**فائدہ:** اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ مسابوق اپنی ترتیب سے نماز کی نیت کر کے پڑھے گا۔ جو امام کے ساتھ مل گئی، وہ تو پڑھی گئی۔ وہ اس کی پہلی رکعتیں ہوں گی اور نماز کا جو حصہ فوت ہوا، مقتدی اپنی ترتیب کے مطابق اس کا

- (155) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 51  
 (156) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 43  
 (157) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 43



82 نماز میں فاتحہ کی فرضیت  
 اتمام کرے۔ کیونکہ اتمام و تکمیل بالترتیب چیز اور عمل پر صادق آتا ہے۔ بعض روایات میں «فاقضوا» (158) بھی آیا ہے، یعنی جو نماز رہ گئی ہے، اس کی قضا

دے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات قضا بمعنی ادا بھی آتا ہے جیسے:  
 ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ﴾ میں ہے یعنی جب نماز ادا کر لی جائے۔ لہذا «فاقضوا» بمعنی «فأتموا» بمعنی ادا ہے۔

اب اصل بحث کی طرف آئیے:  
 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:  
 "وَلَا يَدْخُلُ عَلَى قَوْلِهِ: إِذَا أَدْرَكَ إِمَامَهُ رَاكِعًا فَإِنَّ عِنْدَهُ لَا يَصِيرُ بِأَدْرَاكِهِ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ حَتَّى يُدْرِكَ الْقِيَامَ وَيَأْتِيَ بِالْقِرَاءَةِ." (159)  
 یعنی امام کو رکوع کی حالت میں پالینے سے رکعت کو پالینے والا نہیں بنتا جب تک کہ قیام اور قراءت کو امام کے ساتھ نہ پالے۔

یہ ہے رسول کریم ﷺ کا اس فرمان سے مقصود اصلی۔  
 اس کی مزید وضاحت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت سے آرہی

ہے:  
 "لَا يُجْزِيهِ حَتَّى يُدْرِكَ الْإِمَامَ قَائِمًا." (160) وفي رواية أخرى  
 من أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "إِذَا أَدْرَكَتِ الْقَوْمَ رُكُوعًا لَمْ تَعْتَدْ بِتِلْكَ  
 الرَّكْعَةِ." (161)

(158) سنن النسائي: 861

(159) البيهقي، القراءة خلف الإمام، ص: 220

(160) البخاري، القراءة خلف الإمام، ص: 7

(161) أيضاً، ص: 67

یعنی مسبوق کو نماز کفایت نہیں کرتی جب تک کہ امام کو حالت قیام میں نہ پائے۔ دوسری روایت کا یہ مطلب ہے کہ جب تم امام کو رکوع کی حالت میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔

سیدنا ابو سعید اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”لَا يَزَكُّ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَفْرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ.“ (162)

یعنی مقتدی اس وقت تک رکوع نہ کرے جب تک کہ سورۃ فاتحہ کی قراءت نہ کر لے۔

## لفظ حدیث: «لَا تَعُدُّ» یا «تُعَدُّ» یا «لَا تَعُدُّ» میں سے صحیح کیا ہے؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قَوْلُهُ «لَا تَعُدُّ» يُشْبِهُ قَوْلَهُ: «لَا تَأْتُوا لِلصَّلَاةِ تَسْعُونَ»“ (163)  
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول «لا تعد» آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مشابہ وہم معنی ہے: «لا تأتوا للصلاة تسعون» یعنی نماز میں دوڑ کر مت شامل ہوں۔ کیونکہ وہ شخص نماز میں دوڑ کر شامل ہو گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس حرکت کو دوبارہ کرنے سے منع کیا ہے۔

اسی طرح علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”فِي جَمِيعِ الرِّوَايَاتِ، بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْعَيْنِ: مِنَ الْعُودِ.“ (164)  
یعنی «لا تعد» تاء کے فتح اور عین کے ضم کے ساتھ ہے۔ اور عود اس کا

مادہ ہے یعنی دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔

(162) أيضاً، ص: 7

(163) السنن الكبرى للبيهقي، تحت الحديث: 2584

(164) العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج: 6، ص: 55



حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی «لا تُعْذُ» کو مشہور روایت قرار دیا ہے۔ (165)

لہذا «لا تُعْذُ» اور «لا تُعْذُ» صحیح نہیں ہے۔ ان سے استدلال بھی درست نہ ہوگا۔

## آدم بر سر مطلب:

آیت: ﴿فَاقرءُوا ما تیسر من القرآن﴾ سے قراءت قرآن ہر نمازی پر فرض ہے اور ﴿وقوموا للہ قانتین﴾ سے قیام فرض ہے، تو جب مسبوق شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے گا تو اس سے قیام کا فرض اور قراءت قرآن کا فرض دونوں متروک ہو جاتے ہیں تو جس نماز میں دو فرض چھوٹ گئے ہوں، تو اس کی یہ رکعت کیسے شمار ہوگی؟

ہوتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

## بحث نمبر 9: حدیث «فصاعداً»

### حدیث بحیثیت سند:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں:

”حَدِيثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَأَبِي دَاوُدَ وَابْنِ حِبَّانَ بِزِيَادَةٍ: «فَصَاعِدًا» قَالَ ابْنُ حِبَّانَ: تَفَرَّدَ بِهَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَعْلَاهَا الْبُخَارِيُّ فِي جُزْءِ الْقِرَاءَةِ. (166)

(165) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: 2، ص: 269

(166) ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ)، التلخیص الحبیبر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر،

یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متنق علیہ حدیث میں «فصاعدا» کا لفظ نہیں ہے۔ البتہ مسلم وغیرہ کتب میں «فصاعدا» کا اضافہ آیا ہے، لیکن ابن حبان نے کہا کہ زیادتی کے لفظ میں معمر متفرد ہے۔ امام زہری سے روایت کرنے میں۔ اور پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جزء القراءة میں اس زیادتی والے حصہ حدیث کو معلول کہا ہے۔ وعامة الثقات لم يتابع معمرًا في قوله: فصاعدا، مع أنه قد أثبت فاتحة الكتاب. یعنی عام ثقہ راویوں نے معمر سے اس کے قول «فصاعدا» میں متابعت نہیں کی، باوجود یہ کہ سب نے بالاتفاق فاتحہ کو ثابت کیا ہے۔ اس میں معمر بھی شریک ہے اور «فصاعدا» ذکر کرنے میں صرف معمر اکیلا ہے۔

نیز امام بیہقی نے کتاب القراءة میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مختلف الفاظ «فما زاد»، «ولو بفاتحة الكتاب»، «وإلا بفاتحة» ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”أَجْمَعَ سَفِيَانُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّوْرِيُّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَهُمَا إِمَامَانِ حَافِظَانِ عَلَى رِوَايَتِهِ بِاللَّفْظِ الَّذِي هُوَ مَذْكُورٌ فِي خَبَرِهِمَا، فَالْحُكْمُ لِرِوَايَتِهِمَا.“ (167)

یعنی سفیان ثوری اور یحییٰ بن سعید القطان نے اس روایت کے الفاظ پر اتفاق کیا ہے جو بغیر لفظ «فصاعدا» کے ہے۔ چونکہ یہ دونوں حافظ ہیں اور امام ہیں حدیث میں، لہذا فیصلہ ان دونوں کی روایت پر ہو گا۔ یہاں تک تو «فصاعدا» کی حدیث کی سند پر بحث ہوئی ہے کہ معمر کی روایت معلول ہے اور ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف ہے تو اس صورت میں معمر

الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى 1419 هـ. 1989 م؛ ج: 1،

ص: 564، رقم الحديث: 342

(167) البيهقي، القراءة خلف الإمام، ص: 28



نماز میں فاتحہ کی فرضیت  
 کی روایت مرجوح اور ضعیف ہے اور حفاظ ثقہ راویوں کی روایت راجح اور صحیح ہے تو  
 «فصاعدا» کی قراءت ثابت نہ ہوئی۔ صرف فاتحہ کی قراءت ہی کافی ہے۔  
**حدیث «فصاعدا» کا حکم:**

### صورتِ دوم:

اب بحث ہوگی «فصاعدا» کے معنی و حکم کے لحاظ سے۔  
**فائدہ:** اس سے پہلے ہم ایک قاعدہ و اصول سامنے رکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے:  
 «لَا تَقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا» (168)  
 یعنی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر اس قدر چوری کرنے پر کہ وہ ربع دینار،  
 پس اس زیادہ پر بھی۔

اس میں یہ قاعدہ بتایا گیا ہے کہ چوری کا نصاب ربع دینار ہے (یعنی  
 چوتھائی دینار) یہ تو ہے چوری کے ہاتھ کاٹنے کا نصاب جس پر حد جاری ہو جائے گی،  
 اس سے کم چوری پر حد نہیں لگے گی۔ «فصاعدا» کا یہاں یہ مطلب ہے کہ اگر  
 چوری کے نصاب سے زیادہ چوری ہوگی تو تب بطریقِ اولیٰ حد لگے گی۔ لیکن  
 «فصاعدا» نصاب میں نہ شرط ہے، نہ اس کا کوئی حصہ ہے۔  
 اسی طرح نماز کی فرضیت میں فاتحہ شریف نصاب ہے۔ یہ پڑھیں گے تو  
 نماز ہوگی۔ اور اگر فاتحہ نہ پڑھیں گے تو نماز نہ ہوگی۔ اور اگر فاتحہ سے کوئی اضافی  
 قراءت کریں گے تو یہ ایک اضافی چیز ہوگی۔ نماز کا یہ نہ رکن ہوگی، نہ ہی اس  
 کے لیے شرط ہوگی۔ «فصاعدا» ایک اضافی چیز ہے، رکن نہیں ہے۔  
 اس کی تائید میں صحیح بخاری، باب القراءۃ فی الفجر سے حدیث پیش  
 کی جاسکتی ہے اور یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

«وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلَى أُمَّ الْقُرْآنِ أُجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ

خَيْرٌ» (169)

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

«إِنْ لَمْ أَزِدْ عَلَى أُمَّ الْقُرْآنِ؟ فَقَالَ: «إِنْ زِدْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ،

وَإِنْ انْتَهَيْتَ إِلَيْهَا أُجْزَأَتْ عَنْكَ» (170)

”اگر میں فاتحہ سے زائد کچھ نہ پڑھوں تو؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ اگر فاتحہ کے علاوہ بھی کچھ اضافی قراءت کر لیں تو اچھا ہے، اور اگر فاتحہ پر ہی اپنی قراءت ختم کر دیں تو تجھے کافی ہے۔“

بیہقی میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

«لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ» (171)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حنفی اصول ہے کہ جب راوی حدیث کا فتویٰ،

اس حدیث کے خلاف ہو تو وہ حدیث یا تو منسوخ ہوگی یا غیر معمول بہا۔ لہذا یہاں «فما زاد» والی حدیث منسوخ ہوگی یا غیر معمول بہ ہوگی یا «ما زاد» کی قراءت نماز میں فرض یا اس کا رکن نہ ہوگی۔ اس مفہوم کی تائید حسب ذیل ایک مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ جَاءَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يَقْرَأْ فِيهِمَا إِلَّا بِأُمَّ

الْكِتَابِ.» (172)

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، جس میں صرف فاتحہ

پڑھی اور کچھ نہ پڑھا۔

(169) صحیح البخاری: 772

(170) صحیح مسلم: 396

(171) السنن الكبرى للبيهقي: 236i

(172) صحیح ابن خزيمة: 513



اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز کا رکن صرف فاتحہ شریف ہے۔ مزید پڑھنا بہتر ہے، درجہ و جوب میں نہیں ہے۔

### تائید و تائید:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سابقہ قول: «من قرأ بأم القرآن فقد أجزأت عنه، ومن زاد فهو أفضل» پر لکھتے ہیں:

”فیه ذلیلٌ لوجوبِ الفاتحةِ وأَنَّهُ لَا یُجْزِی غَیْرَهَا وَفِیْهِ اسْتِخْبَابُ السُّورَةِ بَعْدَهَا وَهَذَا مُجْمَعٌ عَلَیْهِ فِی الصَّبْحِ وَالْجُمُعَةِ وَالْأَوَّلِیْنَ مِنْ کُلِّ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ سُنَّةٌ عِنْدَ جَمِیعِ الْعُلَمَاءِ.“ (173)

یعنی اس میں فاتحہ کے پڑھنے کی فرضیت کی دلیل ہے اور اس پر بھی دلیل ہے کہ فاتحہ کفایت کرتی ہے ہر سورت کی، لیکن اس کی جگہ اور کوئی سورت کفایت نہیں کرتی۔ ہاں دوسری کوئی سورت پڑھنے کے مستحب ہونے پر دلیل ہے اور اس پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ صبح کی نمازوں میں اور جمعۃ المبارک کی نماز میں اور دیگر نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہ تمام علماء سنت کے ہاں مسنون طریقہ ہے۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ نماز میں فرض ہے اور فاتحہ کے ماسوا اضافی عمل ہے، فرض و واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفیه ایضا ولا صلاة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب وغیرها فریضة

وغیرها وهو متروک ایضا.“ (174)

یعنی فرض نماز ہو یا نفل، اس میں فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہونا مشہور ہے، لیکن دراصل ما سوا فاتحہ کسی دوسری سورۃ کا پڑھنا متروک ہو چکا ہے۔

قال أبو بكر الرازي: "لا خلاف بين العلماء في جواز الصلاة

مع الفاتحة وحدها." (175)

یعنی علماء کا اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ نماز صرف فاتحہ کے پڑھنے سے ہو جاتی ہے کیونکہ یہی نماز کارکن ہے۔

مکلی شرح مؤطا بحوالہ تحقیق الکلام میں ہے:

"قال الجمهور: إن ضم السورة بعد الفاتحة سنة، وبه قال

الشافعي ومالك وأحمد."

یعنی جمہور علماء کے نزدیک یہ بات طے ہو چکی ہے کہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی سورۃ کا ملانا فرض و واجب نہیں، محض سنت کی حیثیت ہے۔

لہذا «فصاعدا» و «ما زاد» کی روایات سنداً کمزور ہیں اور متروک

العمل ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب العرف الشذی میں لکھتے ہیں اور

اسی طرح فیض الباری میں ہے:

"ثم زعم الأحناف مراد الحديث وجوب الفاتحة، ووجوب ضم

السورة ولكنه يخالف اللغة، فإن أرباب اللغة متفقون على أن ما بعد

(174) ابن الترمذی، علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفی الماردینی، أبو الحسن، (المتوفی: 750ھ)، الجوهر النقی علی سنن البیہقی، الناشر:

دار الفکر، بدون طبعہ وبدون تاریخ، ج: 2، ص: 85

(175) نفس المصدر ورقم المجلد ورقم الصفحة



الفاء يكون غير ضروري، وصرح به سيبويه في «الكتاب» في باب الإضافة. (176)

یعنی احناف کا یہ گمان کہ اس حدیث سے فاتحہ کا وجوب اور کسی دوسری سورۃ کا ملا کر پڑھنا بھی واجب ہے، یہ لغت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ کلام میں فاء کے بعد جو حصہ ہوگا، وہ غیر ضروری ہوتا ہے۔ سیبویہ نے یہی تصریح کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَنْ لَمْ يَقْرَأِ الْفَاتِحَةَ لَمْ تَصِحَّ صَلَاتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لِحَدِيثِ عِبَادَةِ الْمُتَقَدِّمِ وَفِيهِ اسْتِخْبَابُ السُّورَةِ أَوْ الْآيَاتِ مَعَ الْفَاتِحَةِ.“ (177)

یعنی جو شخص فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز صحیح نہیں ہے اور عبادہ رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا تھا، تو یہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شاہد ہو گئی۔ اور «فصاعدا» کے جملہ سے فاتحہ کے ماسوا کسی سورۃ وغیرہ کا پڑھنا مستحب ثابت ہوتا ہے۔

## جامع ترمذی کی حدیث سے استدلال کا جواب:

جامع الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْرِيمِ الصَّلَاةِ وَتَحْلِيلِهَا.

(176) الكشميري، محمد أنور شاه بن معظم شاه الهندي (المتوفى: 1353هـ)،

العرف الشذي شرح سنن الترمذی، الناشر: دار التراث العربي - بيروت، لبنان، الطبعة: الأولى، 1425 هـ - 2004 م، ج: 1، ص: 306

(177) ابن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج: 2، ص: 252

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَخْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ، وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِالْحَمْدِ، وَسُورَةَ فِي فَرِيضَةٍ أَوْ غَيْرِهَا» (178)

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں الحمد شریف کے ساتھ دوسری سورۃ کا ذکر ہے، یعنی دونوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

### الجواب:

اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ: «وَتَخْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ» تک ہے اور دوسرا حصہ آخری حصہ ہے۔ اس دوسرے حصے کو امام ترمذی نے ضعیف کہا ہے اور اس ضعیف حصہ کا کوئی شاہد اور متابع بھی نہیں ہے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے، وہ صرف التسلیم تک کا پہلا حصہ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت پر فرماتے ہیں:

”وَحَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَجْوَدُ إِسْنَادًا وَأَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ.“ (179)

کیونکہ ابو سعید کی روایت کی سند میں ابو سفیان طریف السعدی کے متعلق ہے: ”وہو ضعیف عند الجميع“

وہ تمام کے نزدیک ضعیف راوی ہے، لہذا یہ آخری حصہ ضعیف ہے۔ اب ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے پہلے حصہ کی تائید علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کرتی ہے تو یہ حصہ محفوظ و صحیح ہوا۔ اب اس حدیث سے استدلال صحیح نہ ہوگا، یعنی فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ کا ملانا ضروری نہ ہوا، کیونکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(178) سنن الترمذی: 238

(179) سنن الترمذی. تحت الحدیث: 238



92 نماز میں فاتحہ کی فرضیت

تقریباً حنفی مقلدین کے اکثر و بیشتر استدلال قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور براہین قطعیہ کے ذریعہ مردود ہو چکے ہیں۔ اب تقلیدی فرقہ کے پاس محض معلول و ضعیف روایات کا سہارا لینا رہ گیا ہے، تو ان کے یہ سہارے ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ کے مترادف ہیں۔ یہ کوئی عقل مندی نہیں۔ روشن دلائل و براہین قبول کریں، تقلید پر اصرار نہ کریں۔

## حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے

### پند و نصائح:

”فَإِنْ بَلَغَهُ حَدِيثٌ وَاسْتَقْبَلَ بِصِحَّتِهِ لَمْ يَقْبَلْهُ لَكُنْ ذَمَّتْهُ مَشْغُولَةٌ بِالتَّقْلِيدِ فَهَذَا اِعْتِقَادٌ فَاسِدٌ وَقَوْلٌ كَاسِدٌ لَيْسَ لَهُ شَاهِدٌ مِنَ الثَّقَلِ وَالْعَقْلِ وَمَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ الْقُرُونِ السَّابِقَةِ يَفْعَلُ ذَلِكَ.“ (180)

یعنی جب اس قسم کے مقلد کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مل جائے اور اسے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کا یقین بھی ہو جائے اور وہ اس حدیث کو قبول نہ کرے، اس لیے کہ وہ تقلید کی پابندی میں جکڑ چکا ہے تو اس کا یہ اعتقاد فاسد ہے اور کھوٹا سکہ ہے۔ نقل یعنی قرآن و حدیث اور اجماع میں سے کوئی دلیل بھی اس کی شاہد نہیں ہے۔ اور قرونِ اولیٰ مشہود بالخیر میں سے کوئی بھی اس طرح کا عمل نہیں رکھتا۔

کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے:

فَا هَرَبَ عَنِ التَّقْلِيدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ فَإِنَّ الْمَقْلَدَ فِي سَبِيلِ الْهَالِكِ

(180) الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ «الشاہ ولي الله الدهلوي» (المتوفى: 1176ھ)، عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، الناشر: المطبعة السلفية - القاهرة، بدون طبعة وبدون تاريخ. ص: 28

## ائمہ کا رجوع:

ایسے موقع پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نصیحت کر دی ہے۔

## امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری فیصلہ:

علامہ شامی شرح در مختار میں لکھتے ہیں:

”صَحَّ عَنِ الْإِمَامِ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي.“ (181)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا مذہب

وہی ہوگا۔

بطور مثال: ان کا آخری قول فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا ہے۔

مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ امام الکلام کے حاشیہ پر امام

شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

”لأبي حنيفة ومحمد قولان، أحدها: عدم وجوبها على المأموم،

بل لا تسن، وهذا قولهما القديم، وانتشرت النسخ إلى الأطراف، وثانيها:

استحسانها على سبيل الاحتياط وعدم كراهتها عند المخافة للحديث

المرفوع: لا تفعلوا إلا بأمر القرآن، وفي رواية: لا تقرأوا بشيء إذا جهرت

إلا بأمر القرآن، وقال عطاء: كانوا يرون على المأموم القراءة فيما يجهر فيه

الإمام وفيما يسر، فرجعا من قولهما الأول إلى الثاني احتياطا.“ (182)

یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ کہ

مقتدی پر فاتحہ واجب نہیں اور یہ ان کا قدیم قول ہے۔ جیسے امام محمد نے اپنی قدیم

(181) ابن عابدین، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي

(المتوفى: 1252هـ)، رد المحتار على الدر المختار، الناشر: دار الفكر-

بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ - 1992م، ج: 1، ص: 67

(182) غيث الغمام، ص: 156



تصانیف میں لکھ دیا تھا اور وہ اطرافِ عالم میں پھیل گئیں اور لوگوں میں مشہور بھی ہو گئیں۔ دوسرا قول امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا یہ ہے کہ قراءتِ فاتحہ خلفہ الامام مقتدی پر امر مستحسن ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے اور یہ مکروہ نہیں ہے اور یہ جہری و سری دونوں قسم کی نمازوں میں ہے، جس کی دلیل فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ”جب امام جہری نماز میں قراءت کر رہا ہو تو تم نہ پڑھو مگر فاتحہ الکتاب پڑھو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔“ امام عطاء نے اس پر یہ روشنی ڈالی ہے کہ اسی وجہ سے تو امتِ مسلمہ کے سلف صالحین مقتدی پر فاتحہ کا پڑھنا جائز مانتے ہیں۔ امام جہری قراءت کرتا ہو یا سری۔ بالآخر امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے قدیم قول سے رجوع کر لیا اور قولِ جدید کے مطابق مقتدی پر احتیاطاً فاتحہ شریف کے پڑھنے کا فیصلہ جاری کر دیا۔

مزید اس کی تائید کرتے ہوئے مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وروي عن محمد أنه استحسن قراءة الفاتحة للمؤتم في السرية، وروی مثله عن أبي حنيفة، صرح به في ((الهداية)) و((المجتبى شرح مختصر القدوري)) وغيرهما، وهذا هو مختار كثير من مشايخنا، وعلى هذا فلا يستنكر استحسانها في الجهرية أيضاً أثناء سكتات الإمام، بشرط أن لا يخل بالاستماع.“ (183)

یعنی امام محمد اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما سے روایت ہے کہ سری نمازوں میں مقتدی پر فاتحہ کا پڑھنا مستحسن ہے اور بہت سارے ہمارے حنفی مشائخ کرام اسے مختار سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ جہری قراءت والی نمازوں میں امام کے سکتات میں فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے اور قراءت بھی سنتا رہے تاکہ سماع میں خلل نہ

آئے۔

یہ ہیں طرفین کے فیصلے اور مشائخ حنفیہ کے اقوال! موجودہ حنفی دوست بھی اپنا جمود توڑیں۔ وہ بھی اپنے ائمہ کے جدید فرمان و عمل کے تابع عمل کریں۔ لیکن یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ آئیے! ذرا آگے چلتے ہیں۔

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں:

”فإن رأيت الطائفة الصوفية والمشايخين الحنفية، تراهم يستحسنون قراءة الفاتحة للمؤتم، كما استحسنته محمد احتياطا فيما روي عنه.“ (184)

یعنی ہمارے طائفہ صوفیہ حنفیہ و حنفی مشائخ فاتحہ کا امام کے پیچھے مقتدی پر پڑھنا جائز کہتے ہیں، اور وہ اس کو مستحسن سمجھتے تھے اور اس کے قائل بھی تھے جس طرح کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مقتدی پر فاتحہ کا پڑھنا مستحسن ہے اور اسی میں احتیاط ہے۔

جس طرح امام محمد اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے فاتحہ کے پڑھنے کی طرف رجوع کیا ہے، اسی طرح

## مسح علی البحورین

میں بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع ثابت ہے۔ ہدایہ میں ہے:

”وقالا يجوز إذا كانا ثخينين.“

یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ جب جرابیں موٹی ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ ”وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوى.“ (185)

(184) تفسیر احمدی

(185) المرغینانی، الهدایة فی شرح بدایة المبتدی، ج: 1، ص: 32



یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرتے ہوئے جرابوں پر مسح کو جائز قرار دے دیا اور اب اسی پر احناف کا فتویٰ ہے۔

یہ ہے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا فتویٰ جو ذکر ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان ائمہ ثلاثہ نے جرابوں پر مسح کیوں جائز کہا ہے؟ انہوں نے حدیث نبوی کی پیروی میں یہ فتویٰ دیا ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

«تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجُوزْبَيْنِ وَالتَّغْلَيْنِ». (186)

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا تو جرابوں پر مسح کیا اور ہوائی چپل پر بھی۔

بہر حال ہدایہ کا لقرآن میں ائمہ ثلاثہ کا فتویٰ مسح علی الجوزین بالاتفاق صادر ہو چکا ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔ حنفی علماء اس سے فرار اختیار نہیں کر سکتے اور جامع ترمذی کی حدیث میں بھی مسح علی الجوزین واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے۔

ائمہ دین خصوصاً امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے اکثر مسائل سے رجوع کیا ہے جبکہ ان کے سامنے کوئی صحیح حدیث آگئی۔ جیسے

## اوقاتِ صلوات، خصوصاً وقتِ ظہر اور وقتِ عصر:

مسند احمد، سنن نسائی اور جامع ترمذی کی حدیث میں ہے:

«قَالَ: قُمْ فَصَلِّهِ، فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ جَاءَهُ العَصْرُ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهِ، فَصَلَّى العَصْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ» (187)  
وقال محمد (البخاري): أَصَحُّ شَيْءٍ فِي المَوَاقِيتِ حَدِيثُ جَابِرٍ. (188)

(186) سنن الترمذی: 99

(187) مسند أحمد: 14538



یعنی جبرائیل امین علیہ السلام نے ایک موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور فرمایا کہ ظہر کی نماز پڑھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل چکا تھا۔ پھر دوبارہ آئے اور فرمایا کہ عصر کی نماز پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا ہوا تھا۔

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث نمازوں کے اوقات بیان کرنے میں صحیح ترین حدیث ہے۔

### حدیث امامتِ جبرائیل علیہ السلام:

عن ابن عباس، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَمَّنِي جَبْرِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلَّى الظُّهْرَ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا حِينَ كَانَ الْغَيْءُ مِثْلَ الشَّرَاكِ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلَ ظِلِّهِ، ... وَصَلَّى الْمَرَّةَ الثَّانِيَةَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ لَوَقَّتِ الْعَصْرَ بِالْأَمْسِ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيهِ» (189)

پہلے دن عصر کی نماز اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا اور دوسرے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا۔

ان دونوں حدیثوں میں وضاحت آگئی ہے کہ عصر کا اول وقت ایک مثل ہے اور آخری وقت دو مثل ہے۔ اور ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے۔  
بدایہ، باب المواعیت میں ہے کہ امامتِ جبرائیل علیہ السلام کے پیش نظر:

(188) سنن الترمذی، تحت الحدیث: 150

(189) سنن الترمذی: 149



”وَأول وقت الظهر إذا زالت الشمس .... وآخر وقتها عند أبي حنيفة رحمه الله إذا صار ظل كل شيء مثليه .... وقالوا إذا صار الظل

مثله “ وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله. “ (190)

یہاں صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا قول عصر کا وقت ایک مثل ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے تو یہاں تینوں اماموں کا فتویٰ حدیثوں کے موافق ہے، لیکن حنفی لوگ اس مسئلہ میں تینوں اماموں اور حدیثوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

تا معلوم کیوں!؟

اب موجودہ حنفی لوگ اس پر عمل کرنے سے کیوں کتراتے ہیں؟ اس کی یہی وجہ سامنے آتی ہے کہ اس پر اہل حدیث عمل کرتے نظر آتے ہیں تو حنفی مقلدین سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اس پر عمل کریں گے تو خدا نخواستہ ان کے پیروکار یہ طعنہ نہ دے دیں کہ تم اہل حدیث ہو گئے ہو۔

یہ عجیب منطق ہے کہ اہل حدیث سے مشابہت سے اتنا گھبراتے ہیں۔

مسک سنت پر چلا جا بے دھڑک

جنت الفردوس کو سیدھی جاتی ہے یہ سڑک

مکالمہ بین الشافعی وأبي يوسف رحمۃ اللہ علیہما :

اگر امامان دین اس شعر کے مطابق سنت رسول کی سڑک پر چلنے والے قافلے کے ہمراہ چل پڑے اور عمل کرنا شروع کر دیا ہے تو آئیے مدینہ منورہ میں خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدات امام الحرمین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک علمی مکالمہ ہوتا ہے۔

## 1- مسئلہ تکبیرات و اذان:

اس مناظرہ میں مسئلہ تکبیرات و اذان بھی زیر بحث آیا۔ امام ابو یوسف نے اپنا موقف پیش کیا جو احناف میں مروج ہے یعنی تکبیرات و اذان کے کلمات ذیل اور مکرر پیش کیے۔

اس کے جواب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا بلال، ابو سعید خدری اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد و اولاد کو جمع کیا جن کے آباء و اجداد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن رہے۔ ان حاضرین سے اذان و تکبیر سنی تو انہوں نے اذان ترجیح یا ذیل اذان اور تکبیرات کے کلمات اکہرے سنائے کہ اس طرح ہم اپنے آباء و اجداد سے سنتے آئے ہیں۔ (بحمد اللہ جس پر آج اہل حدیث عمل پیرا ہیں۔)

## 2- مسئلہ صاع یعنی ٹوپہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے امام صاحب کا عراقی صاع جو آٹھ رطل کا ہے، پیش کیا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ شریف کے قدیم ترین صاع جمع کروائے جن کا وزن پانچ رطل اور چوتھائی رطل تھا (تقریباً اڑھائی کلو) جسے مدنی و حجازی صاع سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل میں احادیث اور اقوال صحابہ پیش کیے گئے تھے تو صدر مناظرہ محترم جناب خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو حق بجانب قرار دے دیا۔ جس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تائید شامل ہو گئی۔ اب فریق مقابل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کو اپنے امام ابو حنیفہ کے موقف پر ترجیح دی اور فرمایا کہ میں اپنے امام صاحب کے موقف سے رجوع کرتا ہوں اور صحیح موقف پر آتا ہوں۔ نیز یہ بھی فرمایا: ”لو علم صاحبی ما علمت، لرجع کا رجعت۔“



جس قدر تحقیق آج مجھے میسر آئی ہے، اگر اس قدر تحقیق میرے امام کو حاصل ہو جاتی تو وہ بھی اپنے موقف سے رجوع کر لیتے۔

یہ ہیں میرے امام اور ان کا کردار! کیونکہ ہم ایک نظریے کے حامل ہیں۔ حنفی بھائیو! کیا آپ لوگ بھی ایسا عملی مظاہرہ کر کے اور اپنی ضد چھوڑ کر ان مسائل کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے اماموں کے ہم مسلک بن سکتے ہو؟ یہ جدائی کیوں ہے؟

### فائدہ:

صاعِ نبوی کی زیارت تو اس فقیر کو بھی نصیب ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ میں 1429/2/1ھ جامعۃ الامام کے ادارہ معہداً علمی کے شیوخ فقیر پر صحیح البخاری کی قراءت کرتے تھے۔ اس دوران شیخ الحدیث عبد اللہ بن محمد بن عامر الاحمری نے اپنی متصل سند کے ساتھ اس نبوی صاع کی زیارت کرائی اور بتایا کہ یہ صاع صاعِ حجازی و صاعِ نبوی سے معروف ہے۔

### آمد م بر سر مطلب:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ما جاء عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فبالرأس والعین.“ (191)  
جو صحیح حدیث مرفوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی مل جائے، وہ سر آنکھوں پر۔

## ائمہ کی وصیت :

### امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وصیت نامہ :

”کل ما أفیتت به فقد رجعت عنه إلا ما وافق الكتاب والسنة.“

یعنی جو فتوے میں پہلے دے چکا ہو، انہیں توڑنا فتوؤں سے ملے جو جو آ کر ہوں۔ صرف وہی فتوے باقی رہیں گے جو کتاب و سنت کے موافق ہو گئے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إذا رأيتم كلامنا يخالف ظاهر الكتاب والسنة فاعملوا بالكتاب والسنة، واضربوا بكلامنا الحائط.“ (192)

یعنی جب تم ہمارے فتوے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف پاؤ تو تم صرف کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرو اور ہمارے فتوؤں کو دیوار پر پیٹ دو۔

ابو حنیفہ تھے امام باصفا انہوں نے بے تا اکبر و بے قول پر میرے نہیں فتوئی روا ہونہ جب تک اصل سے الگ ہے۔ پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ بھی سنئے۔ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں: ”أركان الصلاة.... وقراءة الفاتحة.“ (193) یعنی جس طرح نماز کے دوسرے ارکان ہیں، ان میں سورۃ فاتحہ کی قراءت بھی رکن ہے۔

(192) میزان الشعرانی

(193) الجیلانی عبد القادر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن جنکی دوست الحنفی، أبو محمد، محیی الدین الجیلانی، و الکیلانی، أو الجیلی (المتوفی: 561ھ)، الغنیۃ لطالبي طریق الحق عز وجل. الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1417ھ - 1997م، ج: 1 ص: 18



”فإن قراءتها فريضة، وهي ركن تبطل الصلاة بتركها.“ (194)  
فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض ہے جس کے ترک کرنے سے نماز باطل

ہو جاتی ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”حجۃ اللہ الہائے“ میں نماز کے ارکان کی بحث میں فاتحہ الکتاب کی قراءت کو نماز کا رکن قرار دیا ہے۔ اسی طرح شاہ صاحب اپنی کتاب ”مصنفی شرح مؤطا میں جہاں تعین رکن کی بحث ہے، وہاں تتبع نصوص و اشارات کی شرح میں بطور مثال پیش فرماتے ہیں:

”مثال: إن لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب.“

یعنی جو شخص نماز میں فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہے۔ اس حدیث

نے فاتحہ کے پڑھنے کو نماز کا رکن بتا دیا ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”انفاس العارفين“ میں لکھتے ہیں:

”میرے والد شاہ عبد الرحیم حالت اقامت اور نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ کرتے تھے۔“ (195)

مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں: ”فظهر أنه لا

يوجد معارض لأحاديث تجويز القراءة خلف الإمام مرفوعاً.“ (196)

یعنی فریقین کے تمام دلائل دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ

قراءت خلف الامام کی احادیث مبارکہ کے معارض و مخالف کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں پائی گئی۔

آپ اپنے کسی بزرگ کے فیصلے پر بھی تو اعتماد کر سکتے ہیں!

(194) أيضا، ج: 2، ص: 192

(195) انفاس العارفين مترجم، ص: 156

(196) اللكنوي، التعليق المجد على مؤطا محمد، ج: 1، ص: 428

## بحث نمبر 10: فاتحہ در نماز جنازہ

### شریعت اسلامیہ میں مسلمان میت کے حقوق و آداب:

میت کے حقوق میں سے ایک اہم حق اس کی نماز جنازہ کا پڑھنا ہے۔ صحیح بخاری اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”کتاب الام“ میں ہے:

”عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَجْهَرُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجِنَازَةِ، وَقَالَ: إِنَّمَا فَعَلْتُ لِتَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ.“  
(197) وفي رواية: عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى جِنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ: «لِتَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ» (198)

یعنی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں سورۃ فاتحہ اونچی آواز میں پڑھی۔ بعد میں فرمایا کہ میں نے یہ عمل اس لیے کیا ہے کہ تم جان لو کہ یہ سنت طریقہ اور حق بات ہے۔

اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک تحقیقی نوٹ لکھتے ہیں:

”وَأَصْحَابُ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا يَقُولُونَ بِالسُّنَّةِ، وَالْحَقُّ إِلَّا لِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.“ (199)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب لفظ سنت اور حق بولتے ہیں تو اس سے صحابہ کی مراد برحق سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے۔

(197) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 308

(198) صحيح البخاري: 1335

(199) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 309



حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کی

تشریح کرتے ہوئے بروایۃ النسائی لکھا ہے:

”فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةِ وَجَهَرَ حَتَّى أَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَوَّغَ  
أَخَذَتْ بِيَدِهِ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ.“ (200)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری ایک سورۃ جہراً پڑھیں اور ہم نے یہ قراءت سنی تو سلام کے بعد انہوں نے فرمایا کہ یہ سنت طریقیہ ہے اور برحق ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”کتاب الام“ میں ایک مرفوع حدیث بھی ذکر کی ہے:

”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَبَّرَ  
عَلَى الْمَيِّتِ أَرْبَعًا، وَقَرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ بَعْدَ التَّكْبِيرِ الْأُولَى» (201)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں اور پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ الکتاب پڑھی۔

اس سے واضح ہوا کہ فاتحہ اور کوئی سورۃ جنازہ میں باوازی بلند پڑھیں۔

## حنفی نماز جنازہ:

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

”قَالُوا لَا يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ إِلَّا أَنْ يَقْرَأَهَا بِنِيَّةِ التَّنَاءِ، وَلَمْ تَثْبُثِ  
الْقِرَاءَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.“ (202)

(200) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: 3، ص: 204۔

سنن النسائی: 1987

(201) الشافعی، الأم، ج: 1، ص: 308

(202) ابن الھمام، فتح القدیر، ج: 2، ص: 122

یعنی علماء احناف کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ ہاں اگر ثناء کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موطا مالک میں ایک روایت ہے:

”عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.“ (203)

کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں فاتحہ نہیں پڑھی۔

## یہ حدیث شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کی نظر میں:

”تعقب بحديث الشيخين من السنة قراءة الفاتحة في الصلاة على الجنابة.“ (204)

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس حدیث پر تعاقب کیا ہے بخاری و مسلم کی ابن عباس رضی اللہ عنہما والی صحیح حدیث نے جس میں فاتحہ کی قراءت کو مسنون اور برحق کہا گیا ہے۔

توسنت طریقہ فعل صحابی پر مقدم و راجح ہوتا ہے۔ فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہوا۔ مزید دیکھیے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں:

(203) ابن الهمام، فتح القدير، ج: 2، ص: 122، مالك، ابن أنس بن مالك بن عامر الأصبغي المدني (المتوفى: 179 هـ)، الموطأ، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبوظبي - الإمارات، الطبعة: الأولى، 1425 هـ - 2004 م، رقم الحديث: 777

(204) المسوى حاشية الموطأ



”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْقُرْآنِ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى عَلَى الْجِنَازَةِ، وَبَلَّغَنَا ذَلِكَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -“ (205)

یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور یہ فاتحہ تکبیرِ اولیٰ کے بعد پڑھتے۔ اسی طرح ابو بکر صدیق اور سہل رضی اللہ عنہما وغیرہما سے مذکور ہے کہ یہ بھی نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھتے تھے۔

اس میں وضاحت آگئی ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا تکبیرِ اولیٰ کے بعد ہے اور بطورِ قراءت ہے۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ فاتحہ بطورِ ثناء ہے۔ نیز فاتحہ کا پڑھنا صرف امام سے مختص نہیں، مقتدی بھی پڑھتے تھے۔

”... وَالنَّاسُ يَقْتَدُونَ بِإِمَامِهِمْ يَصْنَعُونَ مَا يَصْنَعُ.“ (206)

یعنی مقتدی اپنے امام کے ساتھ وہی کرتے جو امام کرتا اور اپنے امام کی پوری اقتدا کرتے۔

### فائدہ:

کیا یہ ممکن ہے کہ شریعت نے صلاۃ کا لفظ تو نمازِ جنازہ پر استعمال کیا ہو اور لوگ اسے ثناء اور دعاء میں بدل دیں؟ شریعت کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور استہزاء اور کیا ہو سکتا ہے!

### نمازِ جنازہ کی ترتیب بزبان صحابی رسول ﷺ:

عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ «السُّنَّةَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ أَنْ يُكَبِّرَ الْإِمَامُ ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بَعْدَ

(205) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 309

(206) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 309





اور یہ سب نمازِ جنازہ کے اندر ہیں۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعاء للمیت ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں:

«إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ» (209)

یعنی جب میت پر جنازہ پڑھ لو تو خلوص سے اس کے لیے دعاء کریں۔ یہ مطلب صحیح نہیں جیسا کہ ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا

وجوهكم... الآية﴾ [المائدة: 6]

یعنی جب تم نماز کے لیے صف بندی کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ تو وضو کرو۔ یہ مطلب بھی صحیح نہیں۔ بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو وضو بنا لو۔ اسی طرح حدیث کا مطلب ہے کہ جب تم جنازہ میں میت کے لیے دعاء کرنے کا ارادہ کرو تو خلوص نیت کے ساتھ دعائیں کرو۔ کوئی دکھلا دیا یا ریاکاری نہ ہو۔

مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ «إمام الکلام فیما یتعلق بالقراءة خلف الإمام کے آخری جزء خاتمہ میں لکھتے ہیں:

”والمرجح في ذلك هو القراءة على وجه الاستحباب أو السنة لثبوت ذلك بالأخبار الواردة.“ (210)

یعنی جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ بطور استحباب اور سنت سمجھ کر پڑھی جائے۔ یہی بات احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ثابت ہے۔

نہ کہ بطور دعاء و ثناء پڑھیں۔ پھر اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

”والقول بالكراهة مطلقاً أو بالكراهة بنية القراءة لا بنية الثناء لا يدل عليه دليل بأحد وجوه الدلالة.“ (211)

(209) سنن أبي داود: 3199

(210) اللكنوي، إمام الکلام في القراءة خلف الإمام، ج: 8، ص: 11

(211) أيضاً

یعنی یہ قول یا فتویٰ دینا کہ فاتحہ کا جنازہ میں مطلقاً پڑھنا یا قراءت کی نیت سے پڑھنا مکروہ ہے، اس پر کوئی شرعی دلیل دلائل اربعہ سے دلالت نہیں کرتی، تو یہ مکروہ کا فتویٰ بلا دلیل ہے۔

یعنی ثناء یا دعاء کے طور پر پڑھ تو سکتے ہیں لیکن یہ بغیر کسی شرعی دلیل کے ہو گا۔ مولانا موصوف نے اپنی تائید کے لیے ایک دوسرے حنفی عالم کے حوالے سے بھی لکھا ہے:

”وقد صنف الشرنبلالی فی هذه المسألة رسالة سماها بالنظم  
المتطاب لحكم القراءة في صلاة الجنائز بأمر الكتاب وحقق فيه أن  
القراءة أولى من ترك القراءة ولا دليل على الكراهة.“ (212)

یعنی مولانا شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں فاتحہ کا پڑھنا اولیٰ و افضل ہے فاتحہ کو ترک کرنے سے اور اس کے مکروہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (یہ خود ساختہ اور من گھڑت باتیں ہیں۔)

مولانا قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی اپنی کتاب ”مالا بد منہ“ میں اپنے لیے نماز جنازہ کی وصیت کرتے ہیں کہ میرا نماز جنازہ ”بجماعت کثیرہ و امام صالح بجا آرتند و بعد تکبیر اولیٰ سورۃ فاتحہ ہم بخوانند۔“

یعنی میری نماز جنازہ میں کثیر لوگ شریک ہوں اور امام صالح و بزرگ جنازہ پڑھائے اور بعد تکبیر اولیٰ سورۃ فاتحہ پڑھے اور وہ بھی بطور قراءت پڑھے نہ کہ بطور ثناء و دعاء۔

دیکھ لیا اور پڑھ لیا آپ نے کہ خود عالم دین اپنے لیے وصیت نامہ میں نماز جنازہ میں فاتحہ کی قراءت کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(212) اللکنوی، إمام الكلام في القراءة خلف الإمام، ج: 8، ص: 13



## نتیجہ المبحث:

”عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: لِلسُّنَّةِ أَنْ يُقْرَأَ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.“ (213)

یعنی نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا سنت نبوی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے سلف صالحین کے معمولات میں سے ہے۔

اہل حدیث نمازِ جنازہ میں فاتحہ شریف کو بطور سنت رسول ﷺ پڑھتے ہیں اور فاتحہ کو بطور قراءت پڑھتے ہیں کیونکہ فاتحہ جنازہ میں نماز کا رکن ہے۔ میرے حنفی بھائیو! آپ اپنے پیشواؤں اور اماموں کے اقوال و نصائح اور وصایا کے پیش نظر اپنے جنازوں میں سورۃ فاتحہ کی قراءت کر لیا کریں۔ کم از کم اسے مکروہ تو نہ کہیں۔

یارب! مروں میں سنت خیر الوریٰ کے ساتھ  
محشر میں بھی کھڑا ہوں شفیع الوریٰ کے ساتھ  
آمین، ثم آمین۔

## حدیث مرض الموت:

فاتحہ کے نہ پڑھنے کی بطور دلیل مرض الموت کی نماز کا حوالہ دیا جاتا ہے:  
«وَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ أَبُو بَكْرٍ» (214)

یعنی جہاں تک ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قراءت ہو چکی تھی، آپ ﷺ نے وہاں سے قراءت شروع کی۔

(213) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 309

(214) سنن ابن ماجه: 1235

اس حدیث میں راوی ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبعی کے واسطے سے روایت کرتا ہے۔ یہ مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔  
علامہ ابوالحسن سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَفِي الزَّوَابِدِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ أَبَا إِسْحَاقَ اخْتَلَطَ بِأَخْرِ عُمَرِهِ وَكَانَ مُدَلِّسًا وَقَدْ رَوَاهُ بِالْعَنْعَنَةِ وَقَدْ قَالَ الْبُخَارِيُّ لَا نَذْكُرُ لِأَبِي إِسْحَاقَ سَمَاعًا عَنْ أَرْقَمَ بْنِ شَرْحَبِيلٍ.“ (215)

یعنی مذکورہ روایت بظاہر صحیح ہے لیکن اس میں راوی ابو اسحاق کا حافظ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ اور نیز یہ راوی مدلس بھی ہے اور روایت عن سے کرتا ہے۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ ابو اسحاق اپنا سماع ارقم بن شرجیل سے ذکر نہیں کرتا۔

یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہوتی اور پھر ضعیف ہونے کے باوجود صحیح بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کی مخالف بھی ہے۔

ابن ماجہ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نماز جہری تھی جس سے آپ ﷺ نے قراءت شروع کی، لیکن بخاری کی حدیث میں ظہر کی نماز بیان کی گئی ہے۔ (216)

بخاری کی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ ”جب عبید اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ حدیث سنائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی بات کا انکار نہ کیا۔“ (217)  
اور یہ ظہر کی نماز تھی اور یہ ایک ہی نماز کا واقعہ ہے، اور ظاہر ہے کہ ظہر کی نماز

(215) السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين (المتوفى:

1138هـ)، حاشية السندي على سنن ابن ماجه = كفاية الحاجة في شرح

سنن ابن ماجه، الناشر: دار الجليل - بيروت، بدون طبعة، ج: 1،

ص: 373

(216) صحيح البخاري: 687- صحيح مسلم: 418- سنن النسائي: 834

(217) صحيح البخاري: 687



سری ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے قراءت کیسے سنی کہ آپ ﷺ نے وہاں سے شروع کر دی اور صحابہ نے اس کا سماع کیا؟ یہ تو جہری نماز میں ہوا ہے!

## حدیثِ ظہر:

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: بَلَى، تَقُلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.... ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ بِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ،.... فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتُمُّ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ.... فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا.... (والثاني) هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. (218)

اس حدیث بخاری میں واضح ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی اور اس میں سری قراءت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کو تخفیف کے بعد عباس اور علی رضی اللہ عنہما مسجد میں لے گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ صف میں مل گئے اور مقتدی بن گئے۔ نبی کریم ﷺ امام ہو گئے اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ پھر راوی کہتا ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید کی اور دوسرے شخص کا نام علی رضی اللہ عنہ بتایا۔

یہاں سری ظہر کی نماز میں قراءت کا سننا اور سنانا ثابت نہ ہوا۔ تو قراءت کو کس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قراءت سے اخذ کیا؟

باقی رہا یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فاتحہ نہیں پڑھی تو یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ بخاری کی اس حدیث میں واضح ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ امام بنے اور بیٹھ کر

نماز پڑھائی۔ اور بالاتفاق اہل حدیث اور احناف کے نزدیک امام پر قراءتِ فاتحہ ضروری ہے اور فرض و واجب ہے، تو آپ ﷺ نے ضرور پڑھی تھی۔

## بحث نمبر 11: آمین بالجہر

سورۃ فاتحہ میں جو دعائیں کی گئی ہیں، اس کی قبولیت کے لیے آمین پکار کر التجا کی گئی ہے: "اے اللہ! تو قبول فرما۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينِ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ - وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ - وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: آمِينَ " (219)

یعنی فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ جب نماز میں امام آمین کہے تو اس وقت اے مقتدیو! تم بھی آمین پکارو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی آواز سے موافقت کر گئی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس پر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خود رسول اکرم ﷺ بھی بحیثیتِ امام آمین کہتے تھے۔

آمین عبرانی لفظ ہے جسے عربوں نے اپنی عربی میں ڈھال لیا ہے، جس کے معنی ہیں: اے اللہ! میری یہ درخواست قبول فرمالے۔ اللھم استجب۔

## آمین اور فاتحہ میں ربط:

سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں اسماءِ الہیہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی صفاتِ جمالیہ اور صفاتِ جلالیہ کا تذکرہ ہوا ہے اور درمیانی حصہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ میں بندے کی عبودیت اور احتیاج کا اظہار کیا گیا ہے اور



114 نماز میں فاتحہ کی فریضت  
 سورۃ فاتحہ کے آخری حصہ میں دعاء والتجا کرنے کی تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔ جس طرح کہ سورۃ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک نام تعلیم المستند بھی ہے اور الدعاء والسنجات بھی ہے۔

تو اس سورۃ کے اختتام پر آمین کہنا عین مناسب اور حکمت کے مطابق ہے۔

## آمین میں فرشتوں کی شرکت:

سورۃ فاتحہ کے اس متبرک مقام پر امام، مقتدی اور ملائکہ مل کر آمین پکارتے ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الْمَلَائِكَةُ يَخْضَرُونَ الذِّكْرَ رَغْبَةً مِنْهُمْ فِيهِ، وَيُؤْمِنُونَ عَلَى أَدْعِيَتِهِمْ لِأَجْلِ مَا يَتَرَشَّحُ عَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلَاةِ الْأَعْلَى، وَفِيهِ إِظْهَارُ التَّاسِي بِالْإِمَامِ وَإِقَامَةُ لِسَنَةِ الْأَقْتِدَاءِ.“ (220)

میں کہتا ہوں کہ فرشتے ذکر الہی میں رغبت رکھنے کی وجہ سے اس میں حاضر ہوتے ہیں اور اس میں عبادت گزاروں کی دعاؤں میں ان سے مل کر آمین کہتے ہیں ان برکات کے حصول کی وجہ سے جو ان پر ملا اعلیٰ (ملائکہ المقربین و حاملین عرش) سے مترشح اور چھن چھن برستی ہیں اور نیز اس میں مقتدیوں کے ساتھ امام کی پیروی کا اظہار اس کی اقتدا کا مسنون طریقہ بھی ہے۔

یعنی سب مذکورین کا مل کر بیک زبان و یک آواز ہو کر گنگنائی گونج میں آمین پکارنے کا منظر پیش کرنا اور اپنی دعائیں بارگاہ الہی میں منظور کرانے کا مسنون طریقہ ہے۔ اس میں فرشتے شرکت کر کے شرف حاصل کرتے ہیں، تو کیوں نہ ہو! نمازی بھی اس فیضان الہی سے مستفیض ہوں!

حافظ ابن القیم اسے اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

”فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ قَالَ ” آمِينَ “ فَإِنْ كَانَ يَجْهَرُ  
بِالْقِرَاءَةِ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ وَقَالَهَا مَنْ خَلْفَهُ. “ (221)

یعنی امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ تمام احادیث کی تلخیص کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قراءتِ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو بلند آواز میں آمین کہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام صحابہ کرام بھی اونچی آواز میں آمین کہتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ” کتاب الام “ میں لکھتے ہیں:

” وَأَجِبُ قَوْلَهَا لِكُلِّ مَنْ صَلَّى رَجُلًا، أَوْ امْرَأَةً، أَوْ صَبِيًّا فِي  
جَمَاعَةٍ كَانَ، أَوْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ. “ (222)

یعنی کہ احادیث کی روشنی میں میں یہی پسند کرتا ہوں کہ ہر نمازی خواہ مرد ہے یا عورت یا بچہ، سب مل کر آمین پکاریں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریباً ایسا ہی لکھا ہے۔ (223)

شیخ عبدالحق حنفی شرح سفر السعادات میں لکھتے ہیں: ” آمین گفتن بعد قراءتِ فاتحہ در نماز سنت است و فضل بسیار دارد خواه منفرد باشد خواه امام و خواه مقتدی ہر چند اما مش بگوید۔ “ (224)

(221) ابن القیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین (المتوفی: 751ھ)، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت - مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، الطبعة: السابعة والعشرون، 1415ھ / 1994م، ج: 1، ص: 200

(222) الشافعي، الأم، ج: 1، ص: 13

(223) الشوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الیمینی (المتوفی: 1250ھ)،

نیل الأوطار، الناشر: دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413ھ -

1993م، ج: 2، ص: 259

(224) شرح سفر السعادات، ص: 53



یعنی نماز میں آمین کہنا بڑی نیکی اور بڑی فضیلت رکھتی ہے اور سب آمین پکاریں امام کی آمین کے ساتھ بیک زبان ہو کر۔

محدث العصر و شیخ التفسیر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مسئلہ آمین بالجہر کا اصل صحیح مسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

«إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ: آمِينَ... الخ» (225)

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

«وَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ الْمُنْفِرَةَ يُؤْمَنُ.» (226)

یعنی امت کا اس پر اجماع ہے کہ منفرد نمازی بھی فاتحہ کے اختتام پر

آمین کہے۔ (227)

اور جب جہری نماز ہو تو آمین بلند آواز میں کہی جائے۔ باقی تفصیل گزر چکی ہے کہ سب آمین پکاریں، امام ہو، خواہ مقتدی ہوں۔ جس طرح کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو موطا مالک میں ہے:

«إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا» (228)

امام بخاری و امام مسلم نے بھی اپنی اپنی صحیح میں امام مالک کے واسطے سے

ذکر کی ہے۔ (229)

اس کی صحت پر تمام محدثین و ائمہ دین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

(225) صحیح مسلم: 410

(226) النووي، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج: 4، ص: 130

(227) سیالکوٹی، ابراہیم میر، مولانا، واضح البیان فی تفسیر ام القرآن، ناشر: مرکزی جمعیت

اہل حدیث، پاکستان، طبع چہارم: 1419ھ بمطابق جون 1998ء، ص: 491

(228) موطا مالک: 288

(229) صحیح البخاری: 780 - صحیح مسلم: 410

”وَوَجْهَ الدَّلَالَةِ مِنَ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنِ التَّامِينَ مَسْمُوعًا  
لِلْأُمُومِ لَمْ يَغْلَمَ بِهِ وَقَدْ عُلِقَ تَأْمِينُهُ بِتَأْمِينِهِ.“ (230)

یعنی اس حدیث سے صورت استدلال یوں ہے کہ اگر مقتدی امام کی  
آمین کی آواز نہ سنے تو اس کو علم کیسے ہوگا؟ حالانکہ آپ ﷺ نے مقتدی کی  
آمین کو امام کی آمین سے معلق کیا ہے، یعنی جب امام آمین کہے تو مقتدی اسی وقت  
آمین کہے۔ تو یہاں آمین کا جبراً کہنا واضح ہو جاتا ہے۔ سنن نسائی میں حدیث ہے:

”عَنْ نَعِيمِ الْمُجَمِرِ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ: {بِسْمِ  
اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ} [الفاتحة: 1]، ثُمَّ قَرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ  
{غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} [الفاتحة: 7] فَقَالَ: «آمِينَ».  
فَقَالَ النَّاسُ: آمِينَ، .... وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي  
لَأَشْهَبُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» (231)

یعنی نعیم المجرم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز  
پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بعد باقی سورۃ فاتحہ پڑھی اور  
جب ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھی تو آمین پکاری اور  
سب مقتدیوں نے بھی بلند آواز میں آمین پکاری۔ پھر سلام کے بعد فرمایا کہ میری  
نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز سے بالکل مشابہ ہے۔

«مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ» سے کیا مراد ہے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

(230) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: 2، ص: 264

(231) سنن النسائي: 905



”قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ: «آمِينَ» (232) قَالَ الدَّارِقُطِيُّ: إِسْنَادُهُ حَسَنٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا، وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (233)

یعنی جب رسول کریم ﷺ ام القرآن / فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ محدثین نے اس حدیث کی سند کو حسن، صحیح، حسن صحیح کہا ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ لُحْجَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ: {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} [الفاتحة: 7]، فَقَالَ: «آمِينَ»، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ. (234)

پہلی حدیث میں «رفع صوتہ» ہے اور اس حدیث میں «مد بها صوتہ» آیا ہے۔ یعنی آمین کہتے ہوئے آواز بلند کرتے اور اونچا کرتے اپنی آواز کو۔ اسی طرح سنن ابی داؤد میں «فَجَهَرَ بِآمِينَ» آیا ہے۔ (235) یعنی آمین جہری کہتے۔ ان تینوں حدیثوں نے اس رائے کو رد کر دیا ہے جو کہتے ہیں کہ آمین کی الف کو بالمد پڑھتے یعنی الف کو الف مدہ سے پڑھتے، حالانکہ حدیثوں میں کلمہ آمین جہراً پڑھنے کا ذکر ہے، نہ کہ الف کو مدہ سے پڑھنا ہے، اور اگر الف کو مدہ سے بلند کر کے پڑھنا مراد ہو تو تب بھی آمین کو بلند کر کے پڑھنا بالاصل ہو گا اور الف بالتبع ہو گی۔ دونوں صورتوں میں سر اُپر پڑھنا ثابت نہ ہو۔ پھر بھی تمہارا فریب نہ چل سکا۔

کنز العمال میں ہے:

(232) سنن الدارقطني: 1274

(233) ابن حجر، التلخيص الحبير، ج: 1، ص: 581

(234) سنن أبي داود: 932- سنن الترمذي: 248

(235) سنن أبي داود: 933

عن علي قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا قال: "ولا الضالين" قال: "أمين يرفع بها صوته". "هـ وابن جرير وصححه وابن شاهين". (236)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ ﴿ولا الضالین﴾ پڑھ لیتے تو آمین کہتے ہوئے اپنی آواز بلند کرتے۔ (اس کی سند صحیح ہے۔)

## محاکمہ بین المذاہب :

مولانا سراج احمد سرہندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں مذاہب ائمہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "واحادیث در جانب جہر بیشتر و صحیح تر آمدہ است۔" (237) یعنی آمین بالجہر کی احادیث تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور صحت میں بھی صحیح ترین ہیں۔

اسی طرح مولانا عبدالحی لکنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ الرعاہ میں لکھتے ہیں: "ثبت الجهر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بأسانيد متعدّدة يقوي بعضها بعضها في سنن ابن ماجة والنسائي وأبي داود، وجامع الترمذي، وصحيح ابن حبان، وكتاب الأم للشافعي، وغيرها، وعن جمع من أصحابه بروايات ابن حبان في كتاب الثقات وغيره." (238) یعنی مولانا عبدالحی حنفی فریقین کے دلائل کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "والإنصاف أن الجهر قوتي من حيث الدليل." (239)

(236) علي المتقي الهندي، علاء الدين ابن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالملكي (المتوفى: 975هـ)، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م، ج: 8، ص: 121، رقم الحديث: 22188

(237) شرح الترمذي، ج: 1، ص: 272

(238) اللكنوي، عمدۃ الرعاہ بتحشية شرح الوقاية، ج: 2، ص: 278

(239) اللكنوي، التعليق الممجّد على موطأ عمّد، ج: 1، ص: 446



کہ انصاف کی نظر سے دیکھتے ہوئے دلائل کی روشنی میں آئین بالجہر کہنا زیادہ قوی ہے۔

محقق علماء احناف کی آراء و دلائل آپ نے پڑھ لیے ہیں۔ انہوں نے آئین بالجہر کی احادیث کو ترجیح دی ہے اور بلند آواز سے آئین کہنے کو بہت پسند کیا ہے۔ ہماری اس کتاب میں امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم کا حدیث پر عمل کرنا اور حدیث کے سامنے اپنی رائے و قیاس کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کرنا واضح کر دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعض نادان دوستوں / مقلدین نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے ان ائمہ دین کے بارے غلط فہمیاں پیدا کی گئیں۔ وہ تو ”إذا صح الحدیث فهو مذہبی“ کا عملی کردار چھوڑ گئے ہیں۔ اب ان مسائل میں اختلاف کی گنجائش تو نہیں رہی۔ تو دیکھتے ہیں کون ہے جو عملی میدان میں ان کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

اہل حدیث حضرات تو ان ائمہ کی وصیت ”إذا صح الحدیث فهو مذہبی“ کے پیش نظر اپنا قبلہ بتائیں گے کہ قرآن و حدیث ہی ہمارا قبلہ ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: «وَلَا الضَّالِّينَ» قَالَ «آمِينَ» (240)

یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھا تو بلند آواز سے آمین پکارا۔

اصل آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

تاجدار عالم بطحا کا جو فرمان تھا

کچھ نہ تھا اس کے سوا، سنت تھی یا قرآن تھا

## سندِ عالی کا مقام:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ [الضحیٰ: ۱۱]

”اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کریں۔“

## قرآن و حدیث کی برکات و خیرات:

بندہ ناچیز محمد بن عبد اللہ شجاع آباد کے ایک غریب مسلم گھرانے کا فرد ہے۔ میری قسمت میں اللہ عز و جل نے دینی علم رکھ دیا۔ میں نے علوم اسلامیہ مروجہ کی 9 سال میں مع فاضل عربی تکمیل کر لی اور 1962ء سے اہل حدیث کے مقتدرہ مدارس و جامعات میں اللہ تعالیٰ نے خدمات انجام دینے کے مواقع نصیب فرمائے۔ 1429ھ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے حرمین شریفین میں حاضری دی۔ مکہ مکرمہ سے جب مدینہ منورہ پہنچے تو عجیب اتفاق ہوا کہ میرا سامان بس میں رہ گیا۔ مسجد نبوی شریف میں نماز سے فارغ ہو کر اللہ سے دعاء کی۔ پھر اپنے رہائشی ہوٹل میں بیٹھے تھے کہ ایک عربی شیخ نے فون پر رابطہ کیا۔ بعد ازاں تقریباً 15 علماء تشریف لائے۔ میرے شیوخ کے بارے میں معلومات حاصل کیں، جن میں حافظ محمد محدث گوندلوی، حافظ عبد اللہ محدث روپڑی اور الشیخ ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کا خصوصی تذکرہ ہوا۔ ان علماء نے کہا کہ ہمارے ہاں بھی یہ شیوخ معروف ہیں۔ آپ کو سندِ عالی کا شرف حاصل ہے، لہذا ہم آپ کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ فی الحال ہم الأوائل السنبلیہ، ثلاثیات البخاری، مختصر أبي جمرۃ کی قراءت کرتے ہیں اور سنن أبي داود والموطأ کی مجالس سماع منعقد کرتے ہیں تو بندہ نے اس خدمت کا ثبوت جواب دیا۔



یہ علماء جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی شریف سے آئے ہوئے تھے۔ بعد ازیں مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو ملتگی اہل الحدیث کے متولی الشیخ عبدالرحمن الفقیہ نے ملاقات کی اور انہوں نے مجالس سماع حدیث کے لیے دعوت دی۔ سنن ابی داؤد و موطا کی قراءت کی گئی۔ حج کے ایام ہونے کی وجہ سے کثرت سے سعودیہ اور بیرونی علماء نے شرکت کی۔ انہی دنوں میں مجدد العلمی کے مدرسین نے اپنے ہاں صحیح بخاری کی مجلس سماع قائم کی۔ نصف بخاری تک قراءت ہوئی۔ بڑے اعزاز کے ساتھ بخیر و خوبی وطن واپسی ہوئی۔ والحمد للہ۔

دوسرے سال 1431ھ / 2010ء مملکت کویت کے وزیر مذہبی امور کی دعوت پر مجالس سماع حدیث میں دعوت دی گئی، جس میں صحیح بخاری کی تکمیل ہوئی، اور اسی طرح وقتاً فوقتاً سعودیہ میں عمرہ کے لیے جانا ہوا اور خادم الحرمین الشریفین الشیخ عبداللہ مرحوم کی طرف سے حج کرنے کا بھی موقع نصیب ہوا۔ 2012ء میں بھی یہ سماع حدیث کا سلسلہ قائم رہا۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی سعودی علماء، مصر، فلسطین، الجزائر، امریکا اور لبنان سے الشیخ منصور البیروتی کے ساتھ بکثرت علماء نے قراءت حدیث کی مجالس قائم کیں اور سماع حدیث کا سلسلہ جاری رہا اور ان شاء اللہ جاری ہے۔

امریکا سے جامعۃ الامام البخاری کے شیخ الحدیث ابو عبد اللہ فاروق بن محمد بن محمد بن القرش المصری نے کئی سال تک مجالس حدیث قائم رکھیں جن میں علماء و طلبہ و طالبات و شیوخ نے شرکت جاری رکھی۔ ان مجالس علمیہ میں تقریباً 300 کتب قراءت کی گئیں، جن میں سے صحاح ستہ، موطا، مسند احمد، شرح معانی الآثار، الدارمی، الطبرانی، الدارقطنی، مشکوٰۃ، مسند ابن رجب، مسند الحمیدی، المنقذ لابن الجارود، الطحاوی، المبسوط للرخسی، مستدرک حاکم وغیرہ سماع کی گئیں۔ پاکستانی بعض مدرسین نے بھی یہ عالی سند حاصل کی ہے۔ ایک شیخ غزہ سے مسند شافعی اور دوسرے شیخ مصر سے النسائی کی قراءت کر رہے ہیں۔ فلسطین سے ایک شیخ الدکتور

المجاہد نے پاکستان میں آکر جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی قراءت کی۔ ان سب مذکورہ علماء، مدرسین و شیوخ نے سند عالی بندہ سے حاصل کی اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سند کی تعداد تقریباً 3000 سے متجاوز ہو چکی ہے۔ یہ سب اعزاز علم دین کی بدولت ہے جو اللہ کا فضل و کرم ہے۔ خصوصاً سند عالی جو مجھے بذریعہ فضیلتہ الشیخ مولانا ابو سعید محمد شرف الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری و موطا مالک پڑھنے کی وجہ سے ایک واسطہ سے حاصل ہے۔

## سند کا کردار:

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ. (241)  
 الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ. (242)  
 یعنی دینی علوم حاصل کرنے کے لیے مستند شیوخ کا انتخاب کریں، اور اسی طرح اسناد دین کا حصہ ہے۔ اگر یہ سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا، وہ کہہ دیتا۔  
 لہذا سند لازمی چیز ہے۔

## السند العالی:

قَالَ أَخْذُ بْنُ حَنْبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "طَلَبُ الْإِسْنَادِ الْعَالِي سُنَّةٌ  
 عَنْ سَلَفٍ." (243)  
 یعنی حصولِ سندِ عالی سلفِ صالحین میں مروج و مسنون طریقہ جاری  
 و ساری ہے۔

(241) مقدمة صحيح مسلم: 14/1، عن ابن سيرين رحمه الله  
 (242) مقدمة صحيح مسلم: 15/1، عن ابن المبارك رحمه الله  
 (243) ابن الصلاح، مقدمة ابن الصلاح، ص: 256



قال مُحَمَّدُ بْنُ أَسْلَمَ الطُّوسِيُّ: قُرْبُ الْإِسْنَادِ قُرْبٌ، أَوْ قَالَ: قُرْبَةٌ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؛ فَإِنَّ الْقُرْبَ مِنَ الرَّسُولِ بِلا شَكِّ قُرْبٌ إِلَى اللَّهِ. (244).

یعنی سندِ عالی رسول اللہ ﷺ سے قرب کا ذریعہ ہے اور اللہ سے بھی قرب حاصل ہوتا ہے۔

اہل علم میں اب بھی عالی سند حاصل کرنے کا شوق موجود ہے۔ لیکن شومی قسمت کہ اکثر مدارس میں نو آموز مدرسین ہیں، جو سندِ عالی سے عاری تو ہیں ہی، تاہم وہ طلبہ کو رغبت ضرور دیں۔

الحمد لله على ذلك، وصلى الله على محمد وآله وصحبه ومن اتبعهم بإحسان إلى يوم الدين وسلم تسليما كثيرا.

## السند العالی:

### (1) السند الدهلوي:

فإني أنا محمد بن عبد الله الشجاع آبادي المولود 1357 هـ / 1938 م، فأقول حدثنا أبو سعيد شرف الدين المحدث الدهلوي (ت: 1381 هـ) 1959 م بكراتشي عن السيد نذير حسين المحدث الدهلوي (ت: 1320 هـ).

(244) السخاوي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد (المتوفى: 902 هـ)، فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي، الناشر: مكتبة السنة - مصر، الطبعة: الأولى، 1424 هـ / 2003 م، ج: 3، ص: 333

(2) السند الشوکانی:

حدثنا شرف الدين عن القاضي حسين بن محسن الأنصاري  
الياني عن الشيخ أحمد بن محمد الشوكاني عن الإمام محمد بن علي  
الشوكاني.

(3) السند الديوبندي:

عن العلامة رحمة الله بن عبد الغني الأركاني المدني سماعه  
وإجازة 1434 هـ بالمدينة المنورة، قال حدثنا شيخ الإسلام حسين أحمد  
المدني 1371 هـ، قال حدثنا شيخ الهند محمد حسن، شيخ الحديث بدار  
العلوم الديوبند.

وقال السيد نذير حسين المحدث الدهلوي، حدثنا العلامة محمد  
إسحاق الدهلوي عن السيد عبد العزيز المحدث الدهلوي، حدثنا السيد  
الإمام ولي الله أحمد المحدث الدهلوي.  
بأبي إسناده في ثبته "إتحاف النبيه فيما يحتاج المحدث والفقهاء"  
ولله الحمد.

طالب دعوات: محمد بن عبد الله شجاع آبادي الفاضل العربي  
(بكالوريوس من جامعة فنجاب 1963 م) الباكستاني



## فہرست مصادر و مراجع

1. القرآن الحكيم
2. ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: 235هـ)، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، الناشر: مكتبة الرشد - الرياض، الطبعة: الأولى، 1409
3. ابن التركاني، علاء الدين علي بن عثمان بن إبراهيم بن مصطفى المارديني، أبو الحسن، (المتوفى: 750هـ)، الجواهر النقي على سنن البيهقي، الناشر: دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ
4. ابن الجارود، أبو محمد عبد الله بن علي النيسابوري المجاور بمكة (المتوفى: 307هـ)، المنتقى من السنن المسندة، الناشر: مؤسسة الكتاب الثقافية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1408 - 1988
5. ابن القيم، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين (المتوفى: 751هـ)، زاد المعاد في هدي خير العباد، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت - مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، الطبعة: السابعة والعشرون، 1415هـ / 1994م
6. ابن القيم، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين (المتوفى: 751هـ)، تهذيب سنن أبي داود وإيضاح علله ومشكلاته مع عون المعبود شرح سنن أبي داود، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الثانية، 1415هـ
7. ابن الهمام، كال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي (المتوفى: 861هـ)، فتح القدير، الناشر: دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ
8. ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مغبد، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البستي (المتوفى: 354هـ)، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: الثانية، 1414 - 1993

9. ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)، تهذيب التهذيب، الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند، الطبعة: الطبعة الأولى، 1326هـ.

10. ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)، التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الطبعة الأولى 1419هـ. 1989م

11. ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)، نزہة النظر في توضیح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر، الناشر: مطبعة الصباح، دمشق، الطبعة: الثالثة، 1421 هـ - 2000 م

12. ابن حجر، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي (المتوفى: 852 هـ)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379هـ

13. ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى: 456هـ)، المحلى بالآثار، الناشر: دار الفكر - بيروت

14. ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م

15. ابن خزيمة، أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلي النيسابوري (المتوفى: 311هـ)، صحيح ابن خزيمة، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت

16. ابن رجب، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: 795هـ)، شرح علل الترمذي، الناشر: مكتبة المنار - الزرقاء - الأردن، الطبعة: الأولى، 1407هـ - 1987م



17. ابن عابدین، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ)، رد المحتار على الدر المختار، الناشر: دار الفكر، بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ - 1992م

18. ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى: 463هـ)، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية - المغرب، عام النشر: 1387هـ

19. ابن عدي، أبو أحمد بن عدي الجرجاني (المتوفى: 365هـ)، الكامل في ضعفاء الرجال، الناشر: الكتب العلمية - بيروت-لبنان، الطبعة: الأولى، 1418هـ - 1997م

20. ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (المتوفى: 273هـ)، سنن ابن ماجه، الناشر: دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي

21. أبو السعود، العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (المتوفى: 982هـ)، تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

22. أبو حيان، محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745هـ)، البحر المحيط في التفسير، الناشر: دار الفكر - بيروت، الطبعة: 1420هـ

23. أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السجستاني (المتوفى: 275هـ)، سنن أبي داود، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت

24. إعلاء السنن

25. انقاس العارفين مترجم

26. إنهاء السكن

27. البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرة، أبو عبد الله (المتوفى: 256هـ)، جزء القراءة خلف الإمام، الناشر: المكتبة السلفية، الطبعة: الأولى، 1400 هـ - 1980 م

28. البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرة، أبو عبد الله (المتوفى: 256هـ)، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاری، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، 1422 هـ

29. البرهان العجائب

30. البيضاوي، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي (المتوفى: 685هـ)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل = تفسير البيضاوي، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الأولى - 1418 هـ

31. البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخشروجردي الخراساني، أبو بكر (المتوفى: 458هـ)، كتاب القراءة خلف الإمام، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1405 هـ

32. البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخشروجردي الخراساني، أبو بكر (المتوفى: 458هـ)، شعب الإيمان، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية بيومباي بالهند، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2003 م

33. البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخشروجردي الخراساني، أبو بكر (المتوفى: 458هـ)، السنن الكبرى، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الثالثة، 1424 هـ - 2003 م

34. الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، سنن الترمذي، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ - 1975 م

35. التفتازاني، سعد الدين مسعود بن عمر (المتوفى: 793هـ)، شرح التلويح على التوضيح، الناشر: مكتبة صبيح بمصر



## تفسیر أحمدی

37. تفسیر جامع البیان
38. جامع البیان فاروقی
39. الجوهری، أبو نصر إسماعیل بن حماد الفارابی (المتوفی: 393ھ)، الصحاح  
تاج اللغة وصحاح العربية، الناشر: دار العلم للملايين - بيروت، الطبعة:  
الرابعة 1407 هـ - 1987 م
40. الجیلانی، عبد القادر بن موسی بن عبد الله بن جنکی دوست الحسني،  
أبو محمد، محيي الدين أو الكيلاني، أو الجيلي (المتوفى: 561 هـ)، الغنية  
لطالبي طريق الحق عز وجل، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت -  
لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1997 م
41. الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم بن الحكم  
الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405 هـ)،  
المستدرک علی الصحیحین، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت،  
الطبعة: الأولى، 1411 - 1990
42. الحصکفي، محمد بن علي بن محمد الحضي المعروف بعلاء الدين الحنفي  
(المتوفى: 1088 هـ)، الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار،  
الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م
43. الخزرجي، أحمد بن عبد الله بن أبي الخير بن عبد العليم الأنصاري  
الساعدي اليمني، صفي الدين (المتوفى: بعد 923 هـ)، خلاصة تذهيب  
تهذيب الكمال في أسماء الرجال، الناشر: مكتب المطبوعات  
الإسلامية/دار البشائر - حلب / بيروت، الطبعة: الخامسة، 1416 هـ
44. الخطابي، أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي (المتوفى:  
388 هـ)، معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود، الناشر: المطبعة العلمية  
- حلب، الطبعة: الأولى 1351 هـ - 1932 م
45. الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي  
(المتوفى: 463 هـ)، موضع أوهام الجمع والتفريق، الناشر: دار المعرفة -  
بيروت، الطبعة: الأولى، 1407

46. الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي (المتوفى: 385هـ)، سنن الدارقطني، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م
47. الدارمي، أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبد الصمد التميمي السمرقندي (المتوفى: 255هـ)، مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1412 هـ - 2000 م
48. الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ «الشاه ولي الله» (المتوفى: 1176هـ)، حجة الله البالغة، الناشر: دار الجيل، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، سنة الطبع: 1426 هـ - 2005 م
49. الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ «الشاه ولي الله الدهلوي» (المتوفى: 1176هـ)، عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، الناشر: المطبعة السلفية - القاهرة، بدون طبعة وبدون تاريخ
50. الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز (المتوفى: 748هـ)، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1382 هـ - 1963 م
51. الزرقاني، أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد المالكي (المتوفى: 1122هـ)، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417 هـ - 1996 م
52. الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله (المتوفى: 538هـ)، أساس البلاغة، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1998 م



53. الزيلعي، جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد (المتوفى: 762هـ)، نصب الراية لأحاديث الهداية، الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1418هـ/1997م
54. السخاوي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد (المتوفى: 902هـ)، فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي، الناشر: مكتبة السنة - مصر، الطبعة: الأولى، 1424هـ / 2003م
55. السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة (المتوفى: 483هـ)، المبسوط، الناشر: دار المعرفة - بيروت، بدون طبعة، تاريخ النشر: 1414هـ - 1993م
56. السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين (المتوفى: 1138هـ)، حاشية السندي على سنن ابن ماجه = كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه، الناشر: دار الجيل - بيروت، بدون طبعة
57. سيالكوثي، ابراهيم مير، مولانا، واضح البيان في تفسير ام القرآن، ناشر: مركزى جمعيت اہل حديث، پاکستان، طبع چہارم: 1419ھ بمطابق جون 1998ء، ص: 491
58. الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلي القرشي المكي (المتوفى: 204هـ)، الأم، الناشر: دار المعرفة - بيروت، سنة النشر: 1410هـ/1990م
59. الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلي القرشي المكي (المتوفى: 204هـ)
60. شرح سفر السعادات، ص: 53
61. الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله اليمني (المتوفى: 1250هـ)، نيل الأوطار، الناشر: دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م
62. الصنعاني، محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسيني، الكحلاني، أبو إبراهيم، عز الدين، المعروف كأسلافه بالأمير (المتوفى: 1182هـ)، سبل السلام، الناشر: دار الحديث، الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ

63. الطبرانی، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم (المتوفى: 360هـ)، مسند الشاميين، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: الأولى، 1405 - 1984

64. الطبرانی، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم (المتوفى: 360هـ)، المعجم الكبير، دار النشر: مكتبة ابن تيمية - القاهرة، الطبعة: الثانية

65. ظفر الأميني، ص: 182

66. علي المتقي الهندي، علاء الدين ابن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالملكي (المتوفى: 975هـ)، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م

67. العيني، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابي الحنفي بدر الدين (المتوفى: 855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

68. العيني، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابي الحنفي بدر الدين (المتوفى: 855هـ)، البناية شرح الهداية، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، الطبعة: الأولى، 1420 هـ - 2000 م

69. غنية المستملي

70. غيث الغمام

71. فخر الدين الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي (المتوفى: 606هـ)، مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الثالثة - 1420 هـ

72. القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين (المتوفى: 671هـ)، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، الناشر: دار الكتب المصرية - القاهرة، الطبعة: الثانية،

1384هـ - 1964 م



73. الکرمانی، محمد بن یوسف بن علی بن سعید، شمس الدین (المتوفی: 786ھ)، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، الناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت-لبنان، طبعة ثانية: 1401ھ - 1981م

74. کتاب الجامع

75. الکنشیری، محمد أنور شاه بن معظم شاه الهندي (المتوفی: 1353ھ)، العرف الشذی شرح سنن الترمذی، الناشر: دار التراث العربی - بیروت، لبنان، الطبعة: الأولى، 1425ھ - 2004م

76. الکلام الحسن، ملفوظات حضرت تھانوی

77. الکنوی، الإمام محمد عبد الحی (ت 1304ھ)، عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقایة، الناشر: مركز العلماء العالمی للدراسات وتقنية المعلومات، الطبعة: الأولى

78. الکنوی، محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم الأنصاری الهندي، أبو الحسنات (المتوفی: 1304ھ)، التعليق المجد علی موطأ محمد (شرح لموطأ مالك برواية محمد بن الحسن)، الناشر: دار القلم، دمشق، الطبعة: الرابعة، 1426ھ - 2005م

79. الکنوی، عبد الحی (ت 1304ھ)، إمام الکلام فی القراءة خلف الإمام، الناشر: مركز العلماء العالمی للدراسات وتقنية المعلومات

80. مالک، ابن أنس بن مالک بن عامر الأصبحي المدني (المتوفی: 179ھ)، الموطأ، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبي - الإمارات، الطبعة: الأولى، 1425ھ - 2004م

81. مجمع البحار

82. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ناشر: مکتبۃ المعارف، کراچی، طبع جدید ریح الثانی

1429ھ - اپریل 2008ء

83. المرغینانی، علی بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفی: 593ھ)، الهدایة فی شرح بداية المبتدی، الناشر: دار احیاء التراث العربی - بیروت - لبنان

84. مسلم الثبوت۔ توضیح تلویح وغیرہ

85. مسد ابن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)،  
المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى  
الله عليه وسلم = صحيح مسلم، الناشر: دار إحياء التراث العربي -  
بيروت

86. المسوى حاشية الموطأ

87. منية المصلي

88. ميزان الشعراني

89. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، (المتوفى:  
303هـ)، المجتبى من السنن = السنن الصغرى للنسائي، الناشر: مكتب  
المطبوعات الإسلامية - حلب، الطبعة: الثانية، 1406 - 1986

90. النوازل

91. نور الأنوار، مطبوعه لكهنؤ

92. النووي، أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (المتوفى: 676هـ)، المنهاج  
شرح صحيح مسلم بن الحجاج، الناشر: دار إحياء التراث العربي -  
بيروت، الطبعة: الثانية، 1392

93. الهيثمي، أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان (المتوفى:  
807هـ)، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة،  
عام النشر: 1414 هـ، 1994 م



## مؤلف کی دیگر تالیفات :

1. لا الہ الا اللہ یعنی التوحید الخالص
2. محمد رسول اللہ ﷺ یعنی اطاعت رسول ﷺ
3. اصحاب الرضوان فی مرآة القرآن یعنی اصحاب رسول ﷺ قرآن کے آئینہ میں
4. الحیاء البرزخیة وعدم سماع الموقتی یعنی بزرنخی زندگی و سماع موتی کی نفی
5. تاریخ اہل حدیث و مقلدین
6. مکانة الحدیث فی التشريع الإسلامی یعنی حدیث رسول اور پرویزیت
7. المرأة فی ضوء الإسلام یعنی عورت اسلام کی روشنی میں
8. سنیة رفع الیدین فی الصلاة یعنی اثبات رفع الیدین
9. العقیدة الإسلامیة یعنی عقائد مسلم
10. فرضیة فاتحة الكتاب فی الصلاة یعنی نماز میں فاتحہ کی فرضیت
11. آمین بالجہر فی الصلاة یعنی نماز میں آمین اونچی کہنا

ادارہ کی طرف سے یہ کتب مفت تقسیم ہوتی ہیں۔  
اہل خیر اشاعت فنڈ میں تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

ناشر: ادارہ اشاعة القرآن والحديث

حجازی ہاؤس نمبر 6، محلہ محمدی، گلی نمبر 1، سیمجہ آباد نمبر 1، ملتان

## مؤلف کی دیگر تالیفات

- ❁ لاله الا الله یعنی التوحید الخالص
- ❁ محمد رسول اللہ ﷺ یعنی اطاعت رسول ﷺ
- ❁ اصحاب الرضوان فی مرآة القرآن یعنی اصحاب رسول نبی اللہ ﷺ قرآن کے آئینہ میں
- ❁ الحیاة البرزخیة وعدم سماع الموتی یعنی بزرخی زندگی و سماع موتی کی نفی
- ❁ تاریخ اہل حدیث و مقلدین
- ❁ مکانة الحدیث فی التشریح الإسلامی یعنی حدیث رسول اور پرویزیت
- ❁ المرأة فی ضوء الإسلام یعنی عورت اسلام کی روشنی میں
- ❁ سنیة رفع الیدین فی الصلاة یعنی رسالہ اثبات رفع الیدین
- ❁ للعقیدة الإسلامیة یعنی عقائد مسلم
- ❁ فرضیة فاتحة الكتاب فی الصلاة یعنی نماز میں فاتحہ کی فرضیت
- ❁ آمین بالجہر فی الصلاة یعنی نماز میں آمین اونچی کہنا

ادارہ کی طرف یہ کتب مفت تقسیم ہوتی ہیں۔  
اہل خیر اشاعت فنڈ میں تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

ناشر

ادارہ اشاعت القرآن والحديث

حجازی ہاؤس نمبر 6، محلہ محمدی، گلی نمبر 1، سمیجہ آباد نمبر 1، ملتان

www.irepk.com